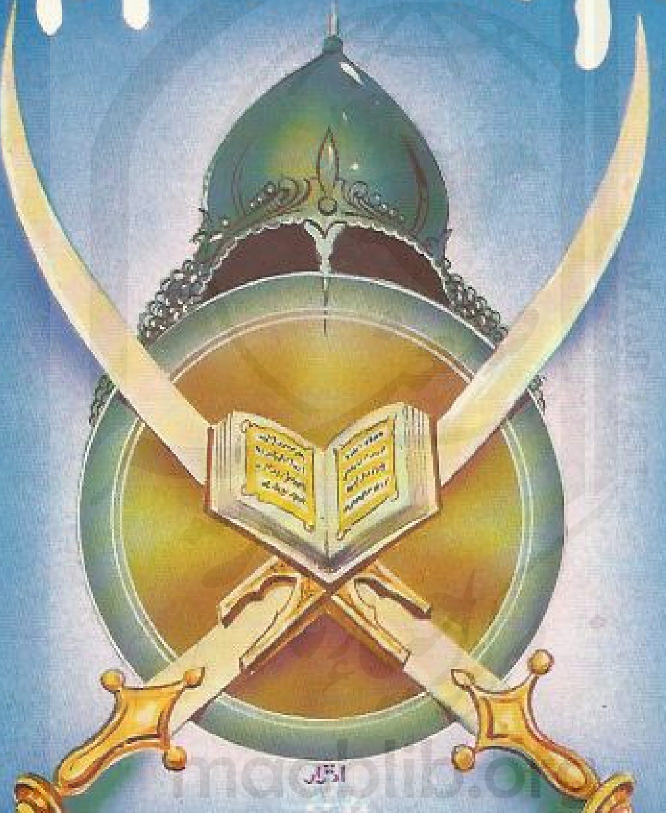
سوانح

جناب قنبر رحمۃ اللہ علیہ



از قلم

زبدۃ العلماء سید آغا مہدی لکھنوی مرحوم

اس دورِ غلامی کو مٹانے کے لئے
اس عہد کو یارب کوئی قنبر دیدے

سوانح

جناب قنبر رحمۃ اللہ علیہ

مصنّف

زبدۃ العلما سیّد آغا مہدی لکھنوی

رحمت اللہ بک ایجنسی
کاغذی بازار میٹھادر
کراچی ... ۷۴۰۰۰
فون: 2431577 - 2440803

کتابیات

- ★ اقتباس الانوار۔ عربی و فارسی
- ★ ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری اردو
- ★ ارشادیہ چودھویں رات کا چاند
- ★ بحار الانوار نویں جلد عربی
- ★ رسالہ براق نبوی اردو چھاپہ
- ★ تاریخ ابن وردی عربی
- ★ تذکرۃ الحیوان اردو مخطوطات
- ★ ترجمہ مجالس المومنین طبع آگرہ اردو
- ★ جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ عربی
- ★ حجج البالغہ تفسیر سورۂ فاتحہ اردو مخطوطات
- ★ حملہ حیدری فاضل باذل فارسی نظم
- ★ دیوان حضرت امیرؑ عربی نظم
- ★ رقعات مرزا قتیل فارسی
- ★ زاد الزائرین اردو سفر نامہ آخوند مرزا قاسم علی مرحوم
- ★ الزہرا اردو
- ★ سواء السبیل شرح زاد قلیل عربی
- ★ صحیفۂ کاملہ عربی
- ★ عرائس التیجان ثعلبی
- ★ عزر الخصائص ابن وطواط عربی
- ★ فوائح الجنان مخطوطات
- ★ فضائل مرتضوی مولوی مرزا باقر علی دہلوی طبع ممتاز المطابع دہلی
- ★ قصۃ المیمون شیخ احمد درویش عربی
- ★ الکافی یعقوب کلینی عربی
- ★ لغات کشوری مولوی سید تصدق حسین کنتوری اردو
- ★ لواعج الاحزان
- ★ مدینۃ المعاجز عربی طبع ایران
- ★ معجم الطالب جرجس ہمامؒ عربی
- ★ مناقب ابن شہر آشوب عربی
- ★ مناقب ترمذی کشفی فارسی
- ★ ناسخ التواریخ جلد ششم طبع بمبئی
- ★ ینابیع الانوار تفسیر کلام اللہ الجبار عربی مخطوطات مکتبہ ممتاز العلماء لکھنؤ
- ★ ینابیع المودت طبع بمبئی
- ★ معدن الفوائد
- ★ رجال کشی عربی

فہرست مضامین

عرضِ حال

اسلام نے غلامی کی اقدار کو یکسر بدل ڈالا اور آلِ محمد علیہم السلام نے اپنے حسنِ کردار سے غلام کو کچھ یوں جلا بخشی کہ آج ہمارے لیے آلِ محمدؑ کے غلاموں کی غلامی سرمایۂ افتخار ہے۔ اُن کے غلاموں کے قدموں میں سرِ نیاز خم کرنے میں روحانی مسرّت حاصل ہوتی ہے۔

جناب قنبر علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی آلِ محمدؑ سے کچھ یوں وابستگی و پیوستگی رکھتی ہے کہ جس طرح حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے آقا کے ساتھ بلالؓ کا نام آتا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے ساتھ قنبرؒ کا نام لازم ہے۔ جناب قنبرؒ سے متعلق بہت کم معلومات پائی جاتی ہیں۔ خصوصاً یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ جناب قنبرؒ واقعۂ کربلا کے وقت کہاں تھے۔ نیز ان کی وفات کیونکر ہوئی۔ ان سب امور کا جواب آپکو زیرِ نظر سوانح میں ملے گا اور علمی قدر و منزلت۔ مجد و شرف اور محبت و مودّتِ جناب قنبرؒ نمایاں نظر آئیگی اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ جناب قنبرؒ غلام تھے یا عالمِ علوم اہلبیتؑ تھے۔

جناب لسان الملّت مولانا سیّد آغا مہدی لکھنوی مدظلہ العالی سوانح قنبرؒ کے مرتب ہیں جن کی ذاتِ گرامی صحتِ سوانح نگاری میں مستند کی حیثیت رکھتی ہے دعا گو ہیں کہ مومنین اس سے استفادہ فرمائیں اور غلامئ قنبرؒ ایسا شرف پائیں۔

فقط والسلام

(الحاج خواجہ حبیب علی)

سوانح قنبرؒ پر ایک نظر

گزشتہ زمانے میں دنیا کے ہر گوشے میں غلامی کا رواج عام تھا۔ اور غلاموں سے بہت ناروا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام غلامی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر اس قبیح رواج کو یک قلم ختم کرنا ناممکن امر تھا۔ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "اسلام نے غلام خریدنے اور رکھنے کو حرام کیوں قرار نہ دیا" لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کی حکومت پوری دنیا پر نہیں تھی۔ اگر غلام رکھنے اور خریدنے کو اسلام حرام قرار دے دیتا تو نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ مسلمان تو غلاموں کو نہ خرید سکتے لیکن غیر مسلم ملکوں میں تو خریداری بند نہ ہوتی۔ غیر مسلم تو ضرور خریدتے۔ یعنی بکنے والے غلام سب کے سب غیر مسلم ملکوں میں کفّار کے قبضے میں جاتے جو اُن بکنے والوں کو حسبِ دستور خرید کر اپنے بے رحمانہ سلوک اور ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہتے اور پھر ان غلاموں کی آزادی کا بھی کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ اس لیئے اسلام نے یہ بہتر جانا کہ مسلمانوں پر غلاموں کی خریداری کو حرام قرار نہ دیا جائے۔ تاکہ فروخت ہونے والے مظلوم اور مصیبت زدہ انسانوں کی کچھ تعداد تو مسلمانوں کی خریداری میں آ کر کفّار کے قبضے میں جانے اور ان کے ظالمانہ و بیرحمانہ سلوک کا نشانہ بننے سے بچ جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کو رحم کی تعلیم دی گئی ہے اس لئے رسولِ خداؐ جانتے تھے کہ مسلمان لوگ اپنے خریدے ہوئے غلاموں سے کافروں کی طرح ظالمانہ سلوک نہ کریں گے پس ایک وجہ تو یہ تھی کہ سب فروخت ہونے والوں کو تو کافروں کے ظلم و تشدّد سے بچایا ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اسلام کی حکومت ساری دنیا پر نہیں ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو خرید کر کفار سے بچایا جا سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام نے مختلف گناہوں کا کفّارہ غلام آزاد کرنے کو

قرار دیا تھا جس کی وجہ سے مسلم دنیا میں غلاموں کو آزادی ملنے کے مواقع میسّر ہو سکتے تھے۔ مگر کفار کے قبضے میں جانے والوں کو آزادی ملنا قریباً ناممکن تھا۔ اس لئے اسلام نے غلام خریدنے کو حرام قرار نہیں دیا تاکہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد کو کفّار کی دائمی غلامی سے بچا کر آزادی کے مواقع دیے جائیں۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ اسلامی رحم و کرم سے متاثر ہو کر اور اسلام کی خوبیاں کو دیکھ کر غلاموں کے اسلام قبول کر لینے کا امکان تھا۔ پس اسلام نے چاہا کہ فروخت ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد کافروں کے ظالمانہ برتاؤ سے بھی بچ جائے۔ ان کو آزادی کے مواقع بھی ملے۔ ان وجوہات کی بناء پر غلامی کو حرام قرار نہ دینا ہی بہتر تھا۔

اسلام نے پہلے تو غلامی کو صرف حربی کفّار میں محدود کر دیا جو جنگ و جدال کے نتیجہ میں اسیر کر لیے جاتے تھے اور یہ ایک ناگزیر ضرورت تھی کیونکہ اسلام کی جنگ اسی وقت ہوتی ہے جب دشمن حد سے تجاوز کر کے انتہائی خطرناک صورتِ حال پیدا کر دے۔ اب اگر ایسے گروہ کے آدمی کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا تو وہ تخریبکاری سے باز نہیں رہ سکے گا۔ کیونکہ جو لوگ بغاوت و سرکشی سے امنِ عامّہ کو خطرے میں ڈال چکے ہوں آئندہ بھی ان پر اعتماد نہیں رہتا اور موجودہ سیاست کے مطابق ایسے افراد کی سزا موت یا حبسِ دوام ہے لیکن اسلام کے قوانین میں سنگ دلی کی بجائے عفو و رحم زیادہ غالب ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے اسلام نے یہی سزا تجویز کی ہے نہ ان کو قتل کیا جائے اور نہ ہی جیل بھیجا جائے بلکہ ان کی آزادی سلب کر لی جائے۔ جو نسبتاً بہت نرم سزا ہے اس میں یہ مصلحت بھی ہے کہ دشمن کو نسلاً بعد نسلٍ غلامی کا ڈر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا محاذ قائم کرنے سے مانع ہو۔ پھر پیغمبرِ اسلامؐ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی اور بردہ فروشی

کی سختی سے مزمّت فرمائی۔ کفّارہ میں غلاموں کی آزادی کو جگہ دی۔ مصارف زکواۃ میں ان کی آزادی کا حصّہ قائم کیا۔ کسی جسمانی لاغری سے اگر غلام ناکارہ ہو جائے تو وہ خود بخود آزاد متصوّر ہو گا۔ اگر کنیز صاحبِ اولاد ہو جاتی ہے تو مالک کی وفات کے بعد ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گی۔ اور پھر یہ کہ اگر تھوڑے سے غلام باقی رہ جائیں تو پھر ان سے حسنِ سلوک مساوات کی بنیاد پر ہو۔ چنانچہ رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا "جو خود پہنتے ہو وہی انہیں پہناؤ اور جو خود کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ۔" جب غلام سے اس بنیاد پر حسنِ سلوک ہو تو آزاد ہو کر از خود اس کی کدورت رفع ہو چکی ہوتی ہے اور اسلامی تعلیم کا اس پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ غلاموں سے گہری ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی محنت کی کمائی سے تقریباً ایک ہزار غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرتؑ صرف غلاموں کو خرید کر آزاد کر دینے پر ہی اکتفا نہ فرماتے تھے بلکہ محتاج غلاموں کی کفالت بھی اپنے ذمّہ لے لیتے تھے اور ان پر اس قدر مہربان و شفیق تھے کہ یہ گمان تک نہ ہوتا تھا کہ کسی قصور پر انہیں سزا بھی دیں۔ ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی کام کے لئے آواز دی۔ چند بار پکارنے پر بھی وہ نہ آیا۔ آپؑ نے باہر جھانکا تو دیکھا کہ وہ باہر کھڑا ہے۔ فرمایا میں نے تمہیں اتنی مرتبہ بلایا کیا تم نے میری آواز نہیں سُنی؟ اس نے جواب دیا میں تو خاموش اس لئے رہا کہ مجھے آپؑ کی طرف سے یہ خطرہ نہ تھا کہ میرے جواب نہ دینے پر آپؑ مجھے سزا دیں گے۔ حضرتؑ نے جب یہ سُنا تو فرمایا الحمد للہ کہ اس نے مجھے ایسا قرار دیا جس (کے گزند) سے خلقِ خدا اپنے کو محفوظ سمجھتی ہے۔ اٹھو تم راہِ خدا میں آزاد ہو۔

ایک دفعہ جنابِ امیرؑ اپنے عزیز غلام قنبرؒ کے ساتھ بازار گئے۔ دو پیراہن خریدے ایک عمدہ اور ایک سستا۔ قنبرؒ سے کہا کہ "عمدہ کپڑا تم لے لو اور سادہ میرے

لئے رہنے دو۔" قنبرؓ نے عرض کیا "مولا! آپ آقا ہیں۔ اچھا کپڑا خود زیب تن فرمائیے"۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا "قنبرؓ تم جوان ہو۔ تم میں شباب کا ولولہ ہے۔ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں (پوشش میں) اپنا معیار تم سے بلند رکھوں۔" یہ بات اس لحاظ سے نرالی نہیں ہے کہ ایک آقا نے کم قیمت لباس پہنا اور غلام کو مہنگا کپڑا دیا۔ کیونکہ کئی حکمران ایسے کردار کے ملتے ہیں جنہوں نے اپنے غلاموں کو آراستہ و پیراستہ کیا مگر محض لباس فاخرہ و ظاہری نمائش سے احساسِ غلامی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس طرح کی وضع قطع بعض اوقات غلامی کا احساس ابھارتی ہے۔

اس واقعے میں امیر المومنینؑ کی انسانی نفسیات و احساسات پر نظرِ غائر توجہ کے قابل ہے کہ کس انداز سے انہیں کپڑا دیا کہ قنبرؓ کو یہ احساس نہیں ہوا کہ عمدہ لباس غلام نوازی کی بنا پر عطا ہوا ہے۔ بلکہ آپؑ نے شباب و پیری کے فرق کو بیان فرما کر ایسا خیال ابھرنے ہی نہ دیا۔ اور غلام کا ذہنی رُخ موڑ کر یہ تاثر دیا کہ سن و سال کے لحاظ سے انسان کے طبعی تقاضوں میں فرق ہوتا ہے۔ مگر انسان ہونے کے اعتبار سے سب کے احساسات یکساں ہوتے ہیں۔ یہ وہ طرزِ عمل تھا جس نے غلاموں میں بیداری پیدا کی، ان میں مخفی صلاحیتوں کو روبہ عمل لانے کی تحریک پیدا کی چنانچہ اسی ذہنی نمود کے نتیجہ میں غلاموں میں سے ایک طبقہ غلامی کی زنجیریں توڑ کر اپنی سعی و کاوش سے تختِ شاہی کی بلندیوں تک پہنچا اور سلطنتوں کا بانی قرار پایا۔ حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام نے غلاموں اور کنیزوں سے ایسا عمدہ اور رحمدلانہ سلوک کیا کہ ان کے غلام اور کنیزیں آج فخرِ اسلام ہیں۔

شاعرِ اہلبیت جناب خ۔ح اسیر ایرانی کہتے ہیں

یہ قنبرؓ کا نصیبہ تھا، یہ فضہؑ ہی کی قسمت تھی ۔۔۔ نہیں ملتی فضیلت بھی کسی کو یوں مقدر سے
غلامی حضرتِ مولا علیؑ کی عینِ ایماں ہے ۔۔۔ غلامی میں مزا کیا ہے؟ یہ پوچھے کوئی قنبرؓ سے

حضرت قنبرؓ حضرت علیؑ کے وفادار غلام ہیں جن کی شان نہایت بلند ہے حضرتِ شمس تبریزؒ جیسے انسان اپنے آپ کو قنبرؓ کا غلام کہتے ہیں اور اس غلامی پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ ان کے کلام گلزارِ شمس میں موجود ہے ؏

شمسؒ غلام قنبرت، دَم بہ دَم علیؑ علیؑ

یعنی (اے مولا علیؑ) شمسؒ تو آپ کے قنبرؓ کا غلام ہے جس کے ہر ہر سانس کا وظیفہ علیؑ علیؑ ہے اور حضرت نظام الدین اولیاؒ نے حضرت علیؑ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبر اُو را کمینہ یک گدا باشد

ترجمہ:۔ نظام الدین یہ کہنے سے حیا رکھتا ہے (یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا) کہ "میں شاہ (علیؑ) کا غلام ہوں"۔ لیکن ان کے قنبرؓ کا کمینہ گدا (فقیر) ہے۔ (تجلی عرفان) اور سید نور الدین محمد شاہ نعمت اللہ کرمانی ولیؒ اپنے دیوان جلد اوّل ص۶۱ فن ادب مطبوعہ ۱۹۰۴ء میں منقبت حضرتِ علیؑ کے ذیل میں جناب قنبرؓ کے مرتبے اور منزلت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

مسند نشین مجلس ملک ملائکہ
دو آرزوئے مرتبہ و جاہ قنبر است

(اے مولا علیؑ) فرشتوں کے سرگروہ (جبرئیل امینؑ) آپ کے غلام قنبرؓ کی منزلت اور مرتبے کے آرزومند ہیں۔

اس قابلِ قدر ہستی کی شہادت کی خبر حضرت علیؑ نے پہلے ہی اپنے باوفا غلام جناب قنبرؓ کو دے دی تھی ملا عبد الرحمٰن جامی اپنی کتاب شواہد النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک روز حجاج بن یوسف لعین نے اپنے خادموں سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اصحابِ علیؑ میں سے کسی کو گرفتار کروں اور اس کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔"
اس کے خادموں نے کہا کہ "حضرت علیؑ کا ساتھی قنبرؒ سے بڑھ کر اس وقت کوئی ہمیں معلوم نہیں۔" پس حجاج نے جناب قنبرؒ کو طلب کر کے ان سے کہا کہ "علیؑ کے دین و مذہب سے بیزاری و نفرت ظاہر کر۔" قنبرؒ نے کہا "مجھے بتا کہ علیؑ کے دین سے بہتر دین کون سا ہے؟ حجاج بولا۔ "میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تو جس طرح سے قتل ہونا چاہتا ہے پسند کر لے۔" قنبرؒ نے کہا "جس طرح سے تو چاہے قتل کر لے مگر جس طرح سے آج تو مجھے قتل کرے گا اسی طرح سے کل (روزِ قیامت) میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ مجھے مخبر صادق وصی برحق علی ابن ابی طالبؑ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ تجھے ظالم حجاج ظلم سے قتل کرے گا۔" الغرض حجاج بن یوسف نے حضرت قنبرؒ کو ظلم سے شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؒ شہید نے حجاج بن یوسف لعین جیسے سفاک دشمنِ اہلبیتؑ کے سامنے کلمۂ حق ادا کر کے بہترین جہاد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا گئے کہ حضرت علیؑ آئندہ واقعات کے عالم ربانی ہیں اُن کے دین سے بہتر کوئی دین نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ اور رسول اللہؐ کا دین ہے۔

اس مردِ مجاہد کی سوانح عمری لکھنے کا فخر لسان الملت مولانا سید آغا مہدی رضوی لکھنوی کو حاصل ہے اور مجھ حقیر کو بہ استمداد علویہؑ یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس عظیم المرتبت ہستی کی نورانی سوانح حیات کی اشاعت کروں دعا گو ہوں کہ مومنین ہمارے آقا اور حضرت علیؑ کے وفادار غلام جناب قنبر رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی سے استفادہ فرمائیں اور غلامی قنبرؒ ایسا شرف پائیں۔

دعا گو { خادم جناب قنبرؒ
اکبر ابن حسن عفی عنہ

یا فتاح

ابتدائیہ

باسمہٖ سبحانہٗ

توفیق ایزدی اور حیدر صفدرؑ کا اعجاز تھا کہ اُن کے صاحب طرز غلام قنبر رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی کم از کم وقت میں تدوین پا گئے فالحمد للہ حمداً کثیراً آج سے بہت پہلے یہ ذخیرہ صفحۂ قرطاس پر آ چکا تھا ترتیب و تشکیل کی ضرورت تھی جو مسبب الاسباب نے پوری کی۔ اس عبدِ خاص کے واقعاتِ زیست سُننے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالتے ہیں اور حالات سے آگاہی حاصل کرنے والا جان لیتا ہے کہ وہ کبھی مہاجر، کبھی خادم کبھی سفیر، کبھی علمدار، کبھی صیغۂ مال کے اعلیٰ نگران، کبھی شعلہ بیان مقرر، کبھی قیدی اور آخر میں ظالم دشمن کے ہاتھ سے ذبح ہو کر اپنے خونِ ناحق میں آغشتہ شہادت کا درجہ حاصل کر کے بل احیاءٌ کی منزل پر پہنچے مدینہ کی علم نواز ہواؤں نے اُن میں ادب حکمت فہم ادراک اور اللہ جانے کس کس خوبی کا ذوق رچا بسا دیا تھا۔ رجال نجاشی قدمار کا رشحہ ایک کتاب اخبارِ قنبر کا ایک نام پایا جاتا ہے جو نوادر میں سے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کہاں ہے۔

ایک روز حجاج بن یوسف لعین نے اپنے خادموں سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اصحابِ علیؑ میں سے کسی کو گرفتار کروں اور اس کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔" اس کے خادموں نے کہا کہ "حضرت علیؑ کا ساتھی قنبرؒ سے بڑھ کر اس وقت کوئی ہمیں معلوم نہیں۔" پس حجاج نے جناب قنبرؒ کو طلب کر کے ان سے کہا کہ "علیؑ کے دین و مذہب سے بیزاری و نفرت ظاہر کر۔" قنبرؒ نے کہا "مجھے بتا کہ علیؑ کے دین سے بہتر دین کون سا ہے؟ حجاج بولا۔ "میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تو جس طرح سے قتل ہونا چاہتا ہے پسند کر لے۔" قنبرؒ نے کہا "جس طرح سے تُو چاہے قتل کر لے مگر جس طرح سے آج تو مجھے قتل کرے گا اسی طرح سے کل (روزِ قیامت) میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ مجھے مخبرِ صادق وصیِ برحق علی ابن ابی طالبؑ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ تجھے ظالم حجاج ظلم سے قتل کرے گا۔" الغرض حجاج بن یوسف نے حضرت قنبرؒ کو ظلم سے شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؒ شہید نے حجاج بن یوسف لعین جیسے سفاک دشمنِ اہلبیتؑ کے سامنے کلمۂ حق ادا کر کے بہترین جہاد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا گئے کہ حضرت علیؑ آئندہ واقعات کے عالمِ ربانی ہیں اُن کے دین سے بہتر کوئی دین نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ اور رسول اللہؐ کا دین ہے۔

اس مردِ مجاہد کی سوانح عمری لکھنے کا فخر لسان الملت مولانا سید آغا مہدی رضوی لکھنوی کو حاصل ہے اور مجھ حقیر کو بہ استمداد علویہؑ یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس عظیم المرتبت ہستی کی نورانی سوانح حیات کی اشاعت کروں دعاگو ہوں کہ مومنین ہمارے آقا اور حضرت علیؑ کے وفادار غلام جناب قنبر رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی سے استفادہ فرمائیں اور غلامی قنبرؒ ایسا شرف پائیں۔

دعاگو { خادمِ جناب قنبرؒ
اکبر ابن حسن عفی عنہ }

یَافَتَّاحُ

ابتدائیہ

باسمہٖ سُبحانہٗ

توفیقِ ایزدی اور حیدرِ صفدرؑ کا اعجاز تھا کہ اُن کے صاحبِ طرز غلام قنبر رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی کم از کم وقت میں تدوین پا گئے فالحمد للہ حمداً کثیراً آج سے بہت پہلے یہ ذخیرہ صفحۂ قرطاس پہ آ چکا تھا ترتیب و تشکیل کی ضرورت تھی جو مسبب الاسباب نے پوری کی۔ اس عبدِ خاص کے واقعاتِ زیست سُننے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈالتے ہیں اور حالات سے آگاہی حاصل کرنے والا جان لیتا ہے کہ وہ کبھی مہاجر، کبھی خادمؑ کبھی سفیر، کبھی علمدار، کبھی صیغۂ مال کے اعلیٰ نگران، کبھی شعلہ بیان مقرر، کبھی قیدی اور آخر میں ظالم دشمن کے ہاتھ سے ذبح ہو کر اپنے خونِ ناحق میں آغشتہ شہادت کا درجہ حاصل کر کے بل احیاءٌ کی منزل پر پہنچے مدینہ کی علم نواز ہواؤں نے اُن میں ادب حکمت فہم ادراک اور اللہ جانے کس کس خوبی کا ذوق رچا بسا دیا تھا۔ رجال نجاشی قدما رکا رشحہ ایک کتاب اخباری قنبر کا ایک نام پایا جاتا ہے جو نوادر میں ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کہاں ہے۔

سامنے ہو تو تکملہ آسان ہے مگر یاد رہے اپنے تصانیف میں کہاں کہاں قنبرؓ کا ذکر میرے قلم سے آیا ہے خصوصاً فوائح الجنان ابتدائی تصانیف میں، اس کا احصار میرے بس کی بات نہیں۔

حضرت قنبرؓ پر میں نے سب سے پہلے اپنے بڑے ماموں جی امجد علی صاحب مرحوم کو نوجوانی میں جو ان کی ذاکری میں مدد دی تھی اس پر ان کا گرامی نامہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء کا لائبریری میں موجود ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

سب خطوط اور عریضہ مجھ کو وصول ہوئے اور وہ بھی لفافہ ملا جس میں حضرت قنبرؓ وغیرہ کا حال لکھ کر روانہ کیا تھا۔ شاباش جزاک اللہ کی دعائیں لیں، فقنبہؓ کے حالات بھی تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میری تمام ۲۳۸ تصانیف کل ۱۱۱۸ مقالات میں اولیت "حالات قنبرؓ" کو حاصل ہے۔ اس سے پہلے میں نے کچھ نہیں لکھا۔ ماموں جان مرحوم کے ہمعصر ذاکر مولوی سید ظفر عباس صاحب موجود ہیں جو مجھ سے سن و سال میں دو برس چھوٹے ہیں اور مرحوم کو "ننھے بھائی" کہتے ہیں بوتراب کا عزاخانہ اور مسجد انہیں کے مقدس فرزند مولانا سید محمد صاحب نجفی کے سپرد ہے جو اس علاقہ میں گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور عزیز ہیں۔

بہرحال ادارہ کے مالیات پر قبل ازیں جو ضرب پڑی میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ عزم بالجزم توفیق ایزدی اور تلافی مافات پر اگر خدا مکمل کرا دے۔

قنبر زادہ

اس عنوان پر نظر کے بعد ناظرین سمجھیں گے کہ اب جس کی زندگانی پر قلم اٹھایا ہے اس کی آل اولاد پر بحث ہوگی ایسا نہیں ہے۔ الحسینؑ کا دوسرا ایڈیشن جو زیادہ سے زیادہ مقبول ہوا اس میں فرمائش کے خطوط میں ایک نامۂ فیض شمامہ تھا جس میں خاتمۂ تحریر پر ثبت تھا "احقر العباد علیم دہلوی قنبر زادہ"۔ اس اظہار عقیدت کو دیکھ کر میں پھڑک گیا اور شوق مطالعہ دیکھ کر دعائیں دیں اور دریافت کیا کہ کتاب پہنچ گئی۔ یہ سچی محبت

کا ایک کرشمہ تھا جو ظاہر ہوا اگر کتاب کے ایسے پڑھنے والے ہوں تو مصنفین کو اپنی ریاضت کا پھل مل جاتا ہے اور قابل تبریک ہیں وہ اہل قلم جن کی صحیح ترجمانی اور ٹھوس تحریر ہو، معلومات کا خزانہ ہو ہم اسی کو کتاب کہیں گے وہ جو لکھے حوالوں کے ساتھ ہو۔ رجال کشیؒ عربی کی مشہور کتاب کا یہ افادہ بھی حسن اتفاق سے حال میں سامنے آیا کہ سالق کے علماء اس موضوع پر کلام کر چکے ہیں اور کتاب اخبار قنبرؓ کا وجود تھا۔ الواعظ جون ۱۹۵۰ء مطابق ماہ رمضان ۱۳۶۹ھ میں بھی اس علمی جریدہ کے باب السّیر میں صفحہ ۱۰ پر "حضرت قنبرؓ اور امیر المومنین علیہ السلام" موجود ہے جس میں پہلے ایڈیشن کا خاکہ آخر تک نظر آتا ہے۔ اس اشاعت سے یہ معلوم ہوا کہ لندن کے برٹش میوزیم میں ایک کتاب نثر اللئالی شرح مدلی الامانی موجود ہے جو ۱۱۰۹ھ میں آج سے دو سو سات برس پہلے کی تصنیف ہے اس میں قنبرؓ کے حالات ہیں اور یہ مصر کے کتبخانہ میں بھی ان کے واقعات زندگی پائے جاتے ہیں۔ جس کی طرف تعصب کے جذبہ میں غیر شیعہ اہل قلم نے معمولی لفظیں لکھی ہیں۔

یہ تھی فہرست ان کتابوں کی جو حالات کا ماخذ ہیں۔ مگر یہ آسمان کے تارے کون پا سکتا ہے لہٰذا جتنا احوال دریافت ہو سکتا تھا وہ حاضر ہے۔

ادبیات میں چودہ ۱۴ شعر طبع اوّل میں پیش کیے تھے۔ اٹھارہ ۱۸ شعرا اساتذہ کے اب ملاحظہ ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جمعیت خدام عزا کی یہ پیشکش جس نے پڑھ لی وہ بتیس ۳۲ اساتذہ کو یاد کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

دعاگو

آغا مہدی رضوی لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامی

اسلام نے دامنِ انسانیت سے غلامی کے بدنما داغ کو جس کد و کاوش سے دور کیا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی دستور میں نہیں۔ وہ فرزند آدمؑ ہوتے ہوئے معاشرہ میں جگہ پانے کا حقدار نہ تھا۔ دسترخوان پر اس کے آنے کا حکم نہیں، شادی بیاہ میں رشتہ تزویج سے وہ محروم، مجلسِ مشاورت میں اس کو رائے دینے کا کوئی حق نہیں قوم کی امارت اور راہنمائی کے لائق نہیں، اسے پہلو میں جگہ نہ دو، زر خرید ہونے کی وجہ سے وہ دوسری خرید کردہ اشیاء کی طرح ملکیت میں ہے طاقتور طبقہ کمزور پر حکومت کر کے اس کی آزادی چھین لیتے ہیں۔ ہمیشہ سے دستِ ظلم دراز ہوتا ہے اور قوت دار کے سامنے ضعیف غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا تجارت کا بڑا وسیع میدان تھا زمرد کی کان، عقیق کا معدن، جواہر کی چمک خرید و فروخت کرنے والے کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ نباتات میں پھل اور میوے اپنی خوشبو سے دعوت دیتے تھے کہ شجر سے ثمر خدا نے توڑنے کے لئے خلق کیا ہے۔ سواری کے کام میں لائے جانے والے چوپائے، قاطر، گھوڑا، شتر، فیل، اونٹ سے لے کر بڑی قیمت پر فروخت ہو سکتے ہیں مگر ظالم انسان نے سینکڑوں چیزوں کو چھوڑ کر بردہ فروشی اختیار کی اور ایک وقت وہ تھا کہ لونڈی غلاموں کے بازار تھے۔ سلاطین کی توجہ نہ تھی کہ یہ کاروبار ممنوع قرار دیا جائے اسلام نے حریت نوازی سے ننگِ انسانیت روزگار کو ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کسی شخص نے خدمتِ رسولؐ میں پہنچ کر عرض کیا کہ میں نے اپنے

لڑکے کو کتابت سکھا دی ہے اب اور کیا تعلیم دوں فرمایا پانچ کاموں کے سوا جو چاہو سکھاؤ (۱) کفن بیچنا (۲) زرگری (۳) قصاب ہونا (۴) گیہوں (گندم) بیچنا (۵) بردہ فروشی کرنا۔ پھر فرمایا کہ کفن فروش چاہتا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو حالانکہ مجھے ایک پیدا شدہ بچہ اپنی امت کا ساری دنیا سے عزیز ہے۔ اب رہی زرگری تو وہ بھی اپنے کاروبار میں لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور قصائی کے دل میں رحم نہیں اور گیہوں فروش غلّہ کو روک رکھتا ہے جو چوری سے زیادہ بد ہے اور بدترین امت وہ ہے جو آدمیوں کو بیچتا ہے (خصال ابن بابویہ جلد ۱) اسلام کے اس قانون کا منشا یہ ہوا کہ جب سے سرکار دو عالمؐ کا فرمان صادر ہوا بردہ فروشی ناروا اور لونڈی غلام بیچنے والا بدترین مردم لیکن جو کنیزیں اور غلام امراء کے گھر میں موجود ہیں ان کی آزادی کا کیا عنوان ہے اس کو الفاظ بدل بدل کے سمجھایا مثلاً ماہِ رمضان میں وقت افطار فقیر کو روٹی دینا اولاد اسمٰعیلؑ کے غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے کہ اس قسم کی احادیث سے غلام آزاد کرنے کے رجحانات پیدا ہوں اور پھر صراحت کے ساتھ آئینِ شرع کی خلاف ورزی میں کفارہ کی بحث اور دیت کے موقع پر غلام آزاد کرنا قانون شرع قرار دیا۔ بدسرشت انسان اور ناعاقبت اندیش امت میں جہاں سب کے سب پابند حکم نہ تھے بردہ فروشی جاری رہی اور کبھی بند نہیں ہوئی۔ اسلام کے اس خصوصی حکم کو جب یورپین حکومتوں نے اپنایا تو انگریزی حکومت میں بھی بردہ فروشی رہی اور یہ قبیح تجارت اب بھی ہے سب سے زیادہ افسوس کا وہ مقام تھا کہ یہ بدبخت طبقہ حضرت یوسفؑ نبی زادہ کو فروخت کرنے میں کامیاب ہوا مگر ان کے کمالات فروخت نہ ہوئے۔ جمالِ عصمت بڑھتا گیا۔ یہ وہ قرآنی خبر تھی کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام میں بعض کا کنیز ہوتا مقتضی

نہ تھا کہ وہ عام کنیزوں میں محسوب ہوں۔ ظالم کی تدبیر نے فرزند یعقوبؑ کو جب غلام بنالیا تو یہ محترم خواتین جو کسی رویائے صادقہ اور بشارت کے بعد آئیں پست طبقہ سے نہ تھیں۔ ع

ہزار بار جو یوسفؑ بکے غلام نہیں

نبوّت کا تجزیہ کیا جائے تو خواب ۱/۷۰ درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا آنے والی خواتین جو بردہ فروش کے ہاتھ سے فروخت ہوئیں زیورِ کمال سے آراستہ عورتیں تھیں جن کے امامت کے گھر میں پہنچنے کا حیلہ غلامی تھا۔

مجھے کافی صدمہ پہنچا ان لوگوں سے جو حضرت زید بن علی بن الحسینؑ کی سوانح سپردِ قلم کرتے ہوئے امام زادہ کے نسب پر ان کے دشمن کی چوٹ کے جواب میں کہ وہ کنیز زادہ ہیں اس شبہ کو اتنی مرتبہ اٹھایا ہے کہ زیدی سادات عام نگاہ میں تہمت کے جامہ زیب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہاجرہ دخترِ شاہ تھیں (دیکھو کنز المعرفہ مصنفہ حکیم امجد علی ص۴۰) دشمنِ اسلام انگریز نے رسولِ عربیؐ کا مرتبہ گھٹانے کے لئے اور عیسیٰؑ کی برتری پر یہ بہتان تراشا مرد کی عظمت یہ ہے کہ رشتۂ تزویج میں کوشش کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ کنیزی میں قبول کیجیئے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حقیقتاً لونڈی ہے۔ ادب یافتہ خواتین بزرگانِ دین کی عرضداشت میں لکھتی ہیں "راقمہ آپ کی کنیز" تو مکتوب الیہ کی وہ واقعی لونڈی نہیں ہے۔ عظمتِ ابراہیمؑ کے سامنے ہاجرہؑ کی یہی شان تھی بلالؓ اور سلمانؓ اگر کسی اچھوت طبقہ سے ہوتے تو ان کا یہ روشن مستقبل ہرگز ان کو پست سمجھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ غلامی اگر عیب تھا تو مسجد کا موذن ایسا شخص قرار نہ پاتا اور سلمانؓ اہل بیت میں شامل نہ ہوتے۔ قرآن میں خلّاق عالم نے غلام کی یہ عزت کی ہے کہ لقمان حکیم حبشی غلام تھے (دیکھو عرائس التیجان ثعلبی ص۲۱۹)

ان کا پورا سورہ کتابِ خدا میں موجود ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے مولوی مناظر احسن گیلانی کا ایک اخبار میں یہ قول بہت پسند آیا کہ کنیز اور غلام وہ ہے جو مشرکین سے جنگ میں فتحیابی پر گرفتار ہو اس رائے میں بھی یہ ترمیم کی جاسکتی ہے کہ دخترِ حاتم لونڈی نہ تھی۔ خیبر میں صفیہ کنیز سہی مگر مسلمانوں میں اس کا کوئی کفو نہ تھا بجز آقائے دوجہاںؐ کے۔ لونڈی اور غلام کو اسلام نے احساسِ کمتری سے بہت دُور کیا ہے اور جو رویہ اختیار کیا وہ مساوات تھی۔ آنحضرتؐ نے قول اور فعل سے غلامی کی زنجیروں کو توڑا اور سب کو ایک پرچم کے نیچے جگہ دی۔ دعاؤں میں جو صحیفۂ آسمانی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہر عبادت گذار کہتا ہے "انت المالک و انا المملوک" (پالنے والے) تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں" یہ سب مجاز ہیں جس سے کلام عرب بھرا پڑا ہے۔

"اسلام اور اس کے راہنما" کے فاضل مصنف سید حسین نے بائبل کی روشنی میں بتایا ہے کہ ہاجرہ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھیں جس کا لقب طوطیس تھا خلیل اللہؑ اور وہ ایک دیس کے سپوت تھے۔

جنابِ قنبرؓ

نام بچہ کا نام رکھنے میں جو رواج مشرقی دنیا میں چلا آتا تھا وہ جناب والا نے ہلال بن نافعؓ کی حیات میں پڑھا۔ اس سلسلہ میں مزید گذارش یہ ہے کہ حضرت انسان سب مخلوق سے برتر ہوتے ہوئے اپنی بلند پردازی میں بزعم خود کبھی بلند ہوتے کبھی گرتے اور نام رکھنے میں اُن کے خیالات بڑے وسیع تھے۔ مثال کے طور پر تاجداران فارس میں باپ کا نام ہرمز جو مشتری JUPITER جیو پیٹر ستارہ کو کہتے ہیں بہت اونچا اور بقول لے زمین سے ۳۸ کروڑ میل دُور اور بیٹے کا نام ہوا پرویز جس کے معنی مچھلی کے ہیں' کجا وہ رفعت کجا یہ بحر طبع کی پستی اور روانی برصغیر ہند میں باہر کی آئی ہوئی وہی نسلیں وہی تخیلات وہاں کے سلاطین نے کیوں جاہ ثریا قدر وغیرہ نام رکھنا شروع کیا اس اختیار میں دل کی آرزو شریک تھی کہ بچہ بلند اقبال آسمان جاہ ہو مگر عرب میں عورتوں کا نام فاختہ مار یہ[1]، عنیزہؓ[2] المجبوبہ' امرأ القیس ہونا بھی قبیح نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ چلن بہت پرانا ہزاروں برس پہلے کا نہیں بلکہ بعد میں بھی کم از کم طبقہ اثنا عشریہ میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کی ذات سورج سے زیادہ چمکتی ہے ذوق عرب یقیناً بہت بلند تھا اور وہ نام میں خصوصیات کو سامنے رکھتے تھے۔ چنانچہ وہاں کے پرندوں میں قُنبرہ ایک خوبصورت چڑیا ہے جو ہُدہُد جیسی پیاری ہوتی تھی قنبرؓ کا نام اس سے ماخوذ ہے اس طائر کو انگریزی' فارسی میں کیا کہتے ہیں یہ سب میں اپنی عظیم کتاب تذکرۃ الحیوان میں لکھ چکا ہوں۔ دوہرانے میں طول کا ڈر ہے۔ مختصر حال یہ ہے کہ آواز سریلی اور سر پر تاج وسائل الشیعہ اور دوسری حدیثوں اور امام مظلومؑ کے واقعات

---

[1] مار ماہی [2] بکری

میں اس کا ذکر ہے اور اُن چڑیوں میں قرار دیا ہے جو وحدانیتِ خدا کے ساتھ ادیان ملت کی مطیع و منقاد ہیں۔ اگر وہ حالات صحیح ہیں جو قنبرؓ کے آغاز میں کتب فضائل میں محفوظ ہیں تو یقیناً یہ نام حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کا رکھا ہوا ہے۔ اور انسان کے نام اُس کے حالات کی تبدیلی کے ساتھ بدلا کرتے ہیں۔ کوئی غیر مسلم پرچم اسلام کے نیچے آیا۔ پہلا نام بدل کر اسلامی نام رکھا گیا۔ بردہ فروش کے ہاتھ سے کسی بدنصیب کا فروخت ہونا اور مالک کے گھر پہنچ کر کسی خوشی کا ظہور کنیز کو مبارک قدم نام دیتا۔ قنبر کے ابجد کے حساب سے ۳۵۲ عدد ہیں اور اسمائے الٰہی میں ایک نام اُن کا ہم عدد نہیں بلکہ دو نام کامل (۹۱) اور مالکُ (۲۶۱) = ۳۵۲ قرار پاتے ہیں۔ بہرحال قنبر نام قرار دینے میں یہ واضح ترین اشارہ ہے کہ وہ خوش کردار، خوش گفتار اور مولاؑ کی غلامی سے اُن کے سر عزت پہ وہ تاج ہے جو قیصر و کسریٰ کو نصیب نہیں۔ علم رجال میں راوی ہوں یا اہلِ قلم سب کا رویہ ہے کہ وہ جس کا ذکر کرتے ہیں اس کے باپ اور قبیلہ کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ جہاں بھی قنبرؓ کا ذکر ہے راوی خاموش ہے اس سے بھی اندازہ ہے کہ وہ عرب نژاد نہ تھے اور ان کا نام لینے والے دونوں باتوں سے بے خبر ہیں۔

محمدؐ و آلِ محمدؐ کے نام لیوا تبرکاً اپنے بچوں کا نام قنبر علی، قنبر بیگ، غلام قنبر رکھتے ہیں اور علم الرجال کے راویوں میں ائمہ طاہرینؑ سے احادیث نقل کرنے والوں میں ابو محمد اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل بن ہلال مخزومی مکی کا لقب قنبرہ تھا جن کو ثقہ قرار دیا ہے۔ قنبرؓ کی شخصیت ایسی باوقار ہے کہ مدح خواں کسی طرح نام نہیں بھولتا ہے

فغفور دربان درش قیصر غلام قنبرش
خاقان کینہ چاکرش باحشمتش قارون گدا (حافظ)

تحقیق لفظِ قنبر

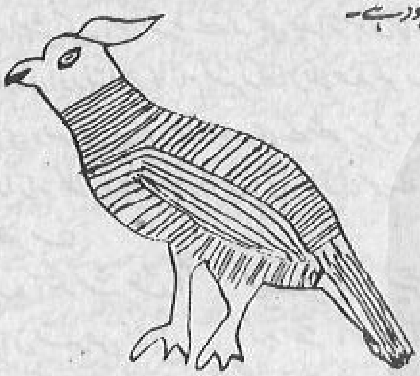
آپ پڑھ چکے ہیں کہ قنبر ایک پرند کا نام ہے جس کو عربی میں قنبرہ کہتے ہیں اور فارسی میں چکادک اردو میں چنڈول انگریزی میں Lark کہتے ہیں اور علامہ مجلسیؒ کی تحقیق ہے کہ فارسی میں اس کو ہوچہ کہتے ہیں۔ اس اختلاف کو تذکرۃ الحیوان میں دیکھو شوق قدوائی کا اردو نام پر یہ شعر ہے :۔ ؎

مینا کہیں غل مچا رہی ہے بلبل کہیں بیٹھی گا رہی ہے
شاما کی صدا سے روح بےچین چنڈول جو بولے دل نہ لے چین

میری صحبت کے انگریزی دان ماسٹر سید منور حسین پسر سید فدا حسین صاحب مرحوم نے عربی سفرنامہ کی ڈکشنری سے کامل تحقیق کے بعد انگریزی لفظ بتایا تھا۔ ماسٹر صاحب جوبلی کالج لکھنؤ کے تعلیم یافتہ اور والد ان کے پرانی طرز کے ذاکر حسینؑ جن کی مجلسوں پر میری اصلاح تھی اور اپنے وطن اعظم گڑھ سے ہجرت کے خطرات میں وطن چھوٹنے پر کچھ باقی نہ رہا اور لاہور کے قیام میں وہ محبتِ اہل بیتؑ کے جرم میں قتل ہوئے اور اولادِ قاتل بد سے انتقام بھی نہ لے سکی اور یہ قربانی شہید کربلا کے وصف خالص الوتر الموتور کی یاد تازہ کرتی ہے۔

الحاصل یہ طائر وہ پرند ہے جو عرب، عجم اور بھارت میں پایا جاتا ہے اس کی خاص صفت خوش الحان ہونا بھی ہے اور علم الحیوان کے ماہر کہتے ہیں کہ وہ ایسی ہوشیار چڑیا ہے جو آسانی سے شکار نہیں ہوتی اور سر کا تاج انبیاء کرامؑ کی بزم میں رسوخ کی دلیل ہے جو ہُدہُد کو حضرت سلیمانؑ کی ہوائی ڈاک پہنچانے میں عطا ہوا وہ حدیث طویل جس میں امام حسین علیہ السلام نے جانوروں کی بولیاں اپنے اصحاب کو سنائی ہیں اس میں قنبرہ کی صدا پر وہ جو عربی آواز دیتا ہے اس کے معنے یہ ہیں اے میرے خدا ہر گناہگار کی توبہ کو قبول کر۔

جانور جبکہ انسانوں کی پہنچائی ہوئی روزی سے پرورش پاتے ہیں اگر دعا کریں تو برمحل ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ پرند کی تصویر دیکھیں جو علم الحیوان کی کتابوں میں موجود ہے۔



آغازِ حیات

سرنامۂ سخن میں بڑی اہم بحث یہ ہے کہ قنبرؓ صحابی رسولؐ تھے یا تابعی ہر خصوصیت کے ثبوت میں اس کثرت سے واقعات ہیں کہ کسی ایک کو اختیار کر کے دوسرے سے انکار کی جرأت نہیں ہوتی عہد حضرت سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ان کا وجود مولوی مرزا باقر علی مرحوم دہلوی نے ذریعۃ النجاح کے حوالہ سے جو طولانی معجزہ اپنی کتاب فضائل مرتضوی صفحہ ۲۵۶ مطبع ممتاز المطابع دہلی میں نقل کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح خیبر کے بعد قنبرؓ کا بحکم امامؑ خوبصورت ہرن کے تعاقب میں دوڑنا۔ ناکامی پر مشکلات میں پھنسنا پھر باعجاز وہاں مولا کا ورود اور تن تنہا غشّام خیبری کو قتل کرنا، اس کے اموال و زر کو اونٹوں پر بار کر کے مدینہ لانا اس سرگذشت کو صحیح سمجھا جائے تو وہ صحابی تھے اسی طرح قنبرؓ کی وجہ تسمیہ پر کتاب مذکور میں جو بیان ہے وہ بھی اسی قماش کا ہے

اور چھبیسویں معجزہ کی تفصیل دیکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قنبرؓ اشکبوس فرمانروائے حبش کے بھتیجہ اور رفتاح نام تھا۔ ذاتیات کی تحت میں آقائے کونینؐ سے مقابلہ ہوا۔ مغلوب ہونے پر اسلام لائے اور عقیدت کی یہ فراوانی ہوئی کہ غلامی میں قبول کرنے کی خواہش کی۔ اس شرط سے کہ کبھی جدا نہ ہوں گا۔ قدر افزا ذات نے خواہش منظور کی اور رفتاح کا نام قنبر رکھا (ملاحظہ ہو صـ۲۲۴ ب ۳) امکانات میں بڑی وسعت ہے اور حملۂ حیدری کے شعر میری نظر میں اس نثر سے زیادہ ذمہ دارانہ کلام ہے۔ سورۂ ہل اتیٰ نازل ہونے والی ہے اہلبیتؑ نے روزے رکھے سے

چوں زہراؑ بدید آنکہ شیرِ خداؑ[1] — پسندید بر خویش محتاج را
فرستاد و تیر آن قرص نان — کہ بد حصہ اش بر آن ناتوان
حسینؑ و حسنؑ نیز با ضعفِ تپ — گردید تبعیت ام و اب
دگر قنبرؓ و فضہؓ ہمچنان — شد آن پیر را داحن ایمان نان

قنبرؓ کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ خاتونِ جنّتؑ کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں ان کے دسترخوان کی زینت ہیں دروازہ پر مسکین و یتیم و اسیر کا آنا تھا کو کب بخت کی تابندگی اور بڑھ گئی۔ اب قیامت تک ان کا ایثار فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ قنبرؓ پیغمبر خداؐ کے غلام تھے۔ اگر اس راہ سے نہ دیکھا جائے کہ ہر مسلمان رسولؐ کا غلام ہے تو یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ خواجہ امام الدین سمرقندی کا بیان ہے کہ رقعات مرزا قتیلؔ میں ان کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اور زبان ترکی میں نعت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔[2]

"اے عجون معراج کیجدہ فرق یولدی وکنہ کنتہ باغی لادتی نخوت بو قدر یدین خجالت

---

[1] حملہ حیدری [2] معدن الفوائد صـ۶

سائے اے چندہ عرق بولدانی براق آت اور دابی تنبر قول ابرودر" (ترجمہ) "اس کے واسطے معراج کی رات میں پارہ ہوئیں اور بڑے بڑے باغیوں کی نخوت اس کی قدر سے خجالت کے دریا میں غرق ہوئی براقؑ[1] اس کا گھوڑا ہے اور قنبرؓ غلام ہے۔"[2]

وطن وہ ثبوت تو قنبرؓ کی صحابی رسولؐ ہونے کے تھے مگر کیا کیا جائے کہ آیۃ اللہ قاضی نور اللہ شوشتری شہید ثالث علیہ الرحمہ قنبرؓ کو تابعین میں شمار کرتے ہیں تابعین اصطلاح محدثین میں[3] وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اصحابِ رسولؐ سے ایک یا کئی مرتبہ ملاقات کی ہو اور تبع تابعین وہ ہیں جنہوں نے تابعین سے ملاقات کی۔ دو صورتیں ہیں یا تو قاضی صاحب کے سامنے پردیس میں مجالس المومنین لکھتے وقت یہ واقعات نہ تھے یا وہ ذاتی طور پر قنبرؓ کو تابعی سمجھتے ہوں بہرحال مجالس المومنین میں ان کا حال تابعین کی فہرست میں ہے۔

وہ نظریہ جو اس خادمِ دین نے سلسلۂ ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی سوانح حیات "الزہراؑ" میں سب سے پہلے مصری مطبوعات اور یورپین مفکرین کی ہمنوائی سے پیش کیا فضہؓ[4] کا رفیقِ سفر ہونے کے لحاظ سے بھی قنبرؓ کو اصحاب میں شمار کرتا ہے جس کو اس جگہ دہرانا وضاحت کے ساتھ ضروری ہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ قنبرؓ اور فضہؓ دونوں آپس میں کوئی قریبی ربط رکھتے ہیں یا ایک دیس کے سپوت تھے۔ ایک نسل کے دو مرد اور عورتؑ واقعات میں ان سوالات کے جواب مشکل سے ملتے ہیں۔ اور پھر بڑی زحمت یہ ہے کہ اختلاف سے کوئی بیان خالی نہیں۔ ناظر بصیر اجتہاد کرتا ہے تو راہنمائی ہوتی ہے۔ کچھ تو دونوں کو حبش[5] کا باشندہ بتاتے ہیں۔ تفصیل عرض کر چکا۔ حافظ رجب برسیؒ

---

[1] تفصیل میری کتاب براق نبوی میں ملاحظہ فرمائیں۔ [2] لغات کشوری
[3] الزہراؑ

فضہؑ کو ہندوستان کی شہزادی کہتے ہیں اور دوسرے علماء اہل سنت کا اس کی تائید کے ساتھ رجحان ہے کہ وہ دونوں بھائی بہن تھے۔ امکان میں تو کوئی مانع نہیں ہوسکتا کہ دونوں ایک صلب سے ہوں۔ یہ تخیل فہرست مکتبہ مصر کی چوتھی جلد طبع ۱۹۲۹ء کی ایک کتاب کا نام دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے جس کا نام[1] قصۃ المیمون والقنبرؓ کتاب عربی زبان میں علامہ ادیب شیخ احمد درویش کا منظومہ ہے جو قاہرہ میں طبع ہو چکا ہے اور اس کی پہلی سطر یہ ہے بند
باسم الالہ من بالھدی ہادی محمد البدہ حتی بالھدی ہادی
اس منظومہ کے الحاقی صفحات میں حضرت علیؑ کے راہوار میمون کی وفا کا ذکر ہے جو اُن کو ہندوستان کے شہروں سے لے آیا۔

فہرست کا جامع غیر شیعہ متعصب انسان ہے اس نے فہرست مذکور میں اس اعجاز کا مضحکہ اڑایا ہے جس کا اس کو حق نہ تھا۔ دشمن کے اس قسم کے انکار و تضحیک کی فہرست اگر پیش کروں تو طول ہو جائے گا شاید ہی کوئی فضیلت آلِ محمدؐ کی ایسی ہو جس کو غیر نے ٹھنڈے دل سے قبول کیا ہو بالکل اس مدعی علیہ کا حال ہے جو جواب دعویٰ میں ہر امر سے انکار کرتا ہے اور چاہ کن را چاہ در پیش پہ اس کا ایمان نہیں جس نے باعجاز قنبرؓ کی آمد کو نظم کیا اس کو فہرست کا جامع خود علامہ اور ادیب لکھتا ہے لہذا ایک گمنام لائبریرین داروغہ کتب خانہ کا انکار دشمنی اہلبیت پر محمول ہوگا۔ لندن کے عجائب خانہ میں جو کتابیں دنیا کے بہترین تحائف سمجھ کر محفوظ کی گئی ہیں ان میں بھی ایک کتاب ہے جس کا تعارف فاضل جامع ایف میڈن F.MADAN نے دیانت کے ساتھ ان لفظوں میں کیا ہے۔

---

[1] فہرست مصر کے اصل الفاظ یہ ہیں ویلیہا قصۃ القنبر علی وسبب مجئیہ من بلاد الھند لسیاستہ المیمون المتقدم۔

قصۃ المیمون وماجری للامام علی والامام عمر مع T.I.O.T الملک زمعہ بن سکران۔ "میمون کا قصہ اور امام علی اور امام عمر کے بارے میں ان کے القاب کے ساتھ زمعہ ابن سکران بادشاہ کے ساتھ جو کچھ ہوا"۔ وہ نواصب کی تنگ نظری اور یہ یورپین مصنف کی وسعت خیالی ہے کہ فہرست مذکور کے صفحہ ۵ پر نقل کی اس بنا پر مولا کی لونڈی اور غلام کا حبشی ہونا مشکوک ہو جاتا ہے۔ اب ہم دو صورتیں ان کے مدینہ طیبہ پہنچنے کی پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ قدیم ہندوستان سے چلے تو عہد رسالت کی تو تاریخ ہند ہمارے سامنے نہیں۔ ماضی بعید میں سندھ کا علاقہ ملتان تک تھا لہذا قنبرؓ اور فضہؑ انڈین تھے تو اب نقشہ ملاحظہ کیجئے ان کا پیدل یا اس زمانہ میں جو سواری ہو تا تہ الاغ وغیرہ سوار ہو کر آنا کتنا بڑا سفر ہے۔ نقشہ میں آپ حبش کو بھی دیکھیں دونوں صورتوں میں ریگستان اور سمندر کا سامنا ہوا ہوگا۔ ادھر بحر عرب اور خلیج فارس ادھر بحر احمر پہلی راہ طویل دوسری نسبتاً قریب۔ یہ دونوں صورتیں آج ۱۳۹۲ھ میں اگر واقعہ خیبر کے بعد آمد تسلیم کی جاتی ہے تو ۶ھ ہجری کو کم کرنے پر تیرہ سو ستاسی سال ہوتے ہیں۔ اب ناظرین فیصلہ کریں کہ اس زمانہ دراز کے واقعہ پر کسی ایک خبر کو صحیح اور دوسری کو غلط قرار دینا کتنا مشکل امر ہے۔ سلمانؓ کو قریبی مقام دشت ارزن سے آنے میں شیر کا سامنا ہوا جو قریب قریب متواتر خبر ہے لہذا ان دو آنے والوں کے لئے اگر معجزہ سے طیِّ ارض ہو تو داروغہ کتب خانہ کے دل میں درد کیوں ہے؟

قنبرؓ پر مصر میں دو کتابیں ہیں اور جامع فہرست نے انڈیا سے ان کی آمد کا صفحہ ۹۴ پر ذکر کیا ہے۔



قصۃ المیمون

اس عنوان کے تحت میں طائرانہ نظر سے جو کچھ دریافت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے استعمال میں بھی یمن و برکت اُس محل پر کہا جاتا ہے جب کسی کی آمد مبارک ہو اور الفاظ دونوں مرادف ہیں کلام عرب میں میمون بھی انہیں معانی میں آیا ہے اسم مفعول ہے اور محاورات میں ھو میمون الطائر اس وقت کہتے ہیں جس کا دیدار مبارک ثابت ہوا ہو اور مسافر کو وداع کرتے وقت محاورہ عرب ہے سر علی الطائر المیمون یہ دعائیہ فقرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سواری میں کوئی تکلیف نہ پہنچے مثلاً راہوار سے گر پڑنا اور آج کل کے خطرات میں تصادم سے محفوظ رہنا ہے۔ یعنے سفر بخیر و بخوبی ختم ہو وہ اردو زبان ہماری جو کئی زبانوں سے مشتق اور مجموعہ و مرکب ہے اس کے روزمرہ میں جلد باز کو کہتے ہیں کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے یہ صفت دنیا کے کسی گھوڑے میں تو نہیں دیکھی امام اہل سنت ابو اسحاق ثعلبی نے حضرت آدمؑ کی تحقیق کے بعد ان کے دنیا میں آنے سے پہلے کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کو فرشتوں نے جس گھوڑے پر سوار کر کے ساتوں آسمانوں کا طواف کرایا تھا اس کا نام میمون تھا۔ اس سیاحت کا ہم رسالہ براق نبوی طبع کراچی میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں اور اپنی جگہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ثابت ہے کہ براق نبویؐ کے سوا کائنات میں براق صفت ایک دوسرا راہوار بھی موجود ہے جس کو قوتِ پرواز کا مالک ہم نہ کہیں۔

تو طی ارض کی خصوصیت کا وہ جامہ زیب ہو سکتا ہے کہ اپنے سواری کو ہند سے عرب یا حبش سے مدینہ پہنچا دے اور سرگذشت کا راوی مضحکہ کے لائق نہیں بلکہ استہزا اسلامی لٹریچر سے بے خبر ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

حلیہ اور سراپا کمالات

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ حبشی کے تھے تو سیاہ فام تھے اور ہندی نژاد تھے تو گورے چٹے حسین ہوں۔ ہم تو دل کا نور دیکھتے ہیں اور قرآن حکیم کی آواز قیامت کے دن بداعمال کے چہرے سیاہ ہوں گے خوبصورتی عارضی شے ہے جو وہاں خوش رو ہے وہ قابلِ عزت ہے لیکن واقعات دیکھنے سے اس نتیجہ تک بڑی آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے کہ قنبرؓ عقلمند اور دانشمند صورت و سیرت دونوں میں ممتاز تھے۔ علم، حلم، شجاعت و بہادری، فصاحت و بلاغت، جود و سخا، صابر، مستقل مزاج، ارادوں کے مضبوط اور بامروت تھے۔ کمال ایمان میں اُن کا نظیر نہ تھا۔ یہ اوصاف تو ہر انسان میں جمیل سمجھے جاتے ہیں اور اخیار جمیل صفتوں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ہر عہد میں اس کی مثالیں ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر قنبرؓ میں صفاتِ انبیاء تھے روحانیت سے قریب اور مادیت سے اتنا دُور کہ اُن سے وہ امور سرزد ہوئے جو معصومینؑ کا کردار ہو سکتے ہیں۔

وہ سیرت نگار جو قنبرؓ کو اَن پڑھ اور اُمّی کہتے ہیں وہ اس گھرانے کے لونڈی غلاموں کو تو نوشت و خواند سے معرا سمجھتے ہوں گے اور خادم اور خادمہ اگر پڑھے لکھے نہ ہوں تو تعجب نہیں قنبرؓ کے علوم کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:-

مولاؑ کا خط قنبرؓ کے نام

اقتباس الانوار کے فاضل[1] مصنف بغیر کسی ذیل کے اپنے مکتبہ کے مجامیع اور مخطوطات کے ماخذ سے لکھتے ہیں یہ وہ جواہر پارے اور علمی خزانے تھے جو بھارت میں رہ گئے۔

ولہ علیہ السلام یا قنبر الامس لی صرت الیوم مثلی و ھبتك لمن وھبك لی کتبہ علی۔ دل چاہتا ہے ترجمہ نہ کروں اصل کو اردو

[1] اقتباس الانوار کشکول نواب صاحب کانپور صفحہ ۳۰

میں ڈھالنے پر نہ وہ بلاغت رہتی ہے نہ لطف سخن اور یہ مختصر خط تو معلوم نہیں کس حقیقت کو دامن الفاظ میں لئے ہے جس کو لکھنے والا سمجھے یا مکتوب الیہ جس کے نام خط ہے۔ آخری الفاظ "کتبہ علیؑ" نے بتایا کہ یہ نوشتہ تھا اشاروں میں کیا کہا اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے:

"اور اُن جناب کا جن پر درود و سلام ہو یہ بھی کلام ہے"۔ اے قنبرؓ کل تم میرے تھے اور آج کے دن میرے ایسے ہو بخش دیا ہے میں نے تم کو وہ سب جو تم نے مجھے دیا تھا۔ علی بقلم خود"

جس طرح عبد معبود میں اتحاد ہوتا ہے غلام اور آقا میں سجادہ پر ہے خدا کہتا ہے بندے[1] میری اطاعت کر۔ میں تجھے اپنا مثل بنا دوں۔ قنبرؓ نے اپنے آقا کی اطاعت کی وہ بندہ نوازی کو فلک عزت پر پہنچی کر اس کو اپنا مثل کہتے ہیں۔

چھٹے امامؑ کی علم افروز بزم میں قنبرؓ کی یاد

ایسا نہ تھا کہ وفا میں ثابت قدم رہنے والا غلام اولاد کی یاد میں بھلا دیا جائے۔ امام جعفر صادقؑ نے قنبرؓ کی ابتدائیہ کو اپنی حدیث میں اس طرح ظاہر کیا ہے کہ جب شاہ ولایت گھر سے برآمد ہوتے تھے تو قنبرؓ بھی تلوار لیکر پیچھے پیچھے چلتے۔ ایک مرتبہ اندھیری رات میں آقاؑ گھر سے نکلے قنبرؓ ساتھ ہو گئے۔ جب احساس ہوا کہ وفادار غلام ساتھ ہے تو پلٹ کر دیکھا اور کہا قنبرؓ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ عرض کیا اس لیئے آ رہا ہوں کہ آپ کے پیچھے پیچھے چلوں۔ فرمایا تجھ پر وائے ہو اہلِ آسمان سے میری حفاظت کرنا چاہتا ہے یا اہل زمین سے۔ عرض کیا اہلِ زمین سے۔ فرمایا جب تک آسمان سے حکم خدا نہ ہو زمین کے دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم واپس جاؤ (اصول کافی) قنبرؓ اس حکم کے بعد واپس گئے مگر اپنی

[1] جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ

بہادری اور جانبازی کی وہ مثال قائم کر دی جس کو زمانہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا چونکہ علیؑ ایسے بہادر کے لئے یہ باعثِ ننگ تھا کہ غلام حفاظت کرے اس لئے سخت لہجہ میں خطاب کیا ورنہ آپ کا رویہ غلام کے ساتھ برادرانہ تھا۔

فصاحت وبلاغت

فصحاءِ عرب نے جس کے کلام کو تحت کلام الخالق فوق کلام البشر کلام اللہ سے پست مگر تمام انسانوں کے خطبات سے بلند قرار دیا۔ اس کے غلام قنبرؓ سے کسی نے پوچھا کس کے غلام ہو کہا:

انا مولی من ضرب بسیفین وطعن برمحین وصلّی القبلتین وبایع البیعتین وهاجر الهجرتین ولم یکفر بالله طرفة عین انا مولی صالح المؤمنین ونور المجاهدین ووارث النبیّین وخیر الوصیین واکبر المسلمین ویعسوب المؤمنین ورئیس البکائین وزین العابدین وسراج الماضین وضوء القائمین وافضل القانتین ولسان رسول رب العالمین واول المومنین من آل یٰسٓ المؤید بجبرئیل الامین المنصور بمیکائیل المتین والمحمود عند اهل السموات اجمعین ومجاهد اعداء الله الناصبین ومطفی نیران الموقدین وافخر من مشی من قریش اجمعین واول ما یجاب واستجاب الله امیر المؤمنین ووصیّ نبیّه فی العالمین وامینه علی المخلوقین وخلیفة من بعث الیهم اجمعین سید المشرکین وسهم من مرامی الله علی المنافقین ولسان کلمة العابدین وناصر دین الله وولی الله ولسان کلمة الله وناصره فی ارضه وعیبة علمه وکهف دینه وهمام اهل الابرار رضی الله العلی الجبار سمیح سخی حیی ذکی مطهر ابطحی باذل جری همام صابر صوام مهدی مقدام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب عالی الرقاب اربطهم جنانا واشدهم شکیمة باذل باسل صندید هزبر ضرغام حازم عزام حصیف[۱] مجاج کریم الاصل شریف الفضل فاضل القبیلة نقی العشایر ذکی الزکاة مؤدی الامانة من بنی هاشم وابن عم النبی الامام الهادی المهدی الرشاد مجانب الفساد الاشعث الحاتم ابطل البجاجم واللیث المزاحم بدری مکی حنفی روحانی شعشعانی من الجبال شواهقها ومن ذی الهضاب رؤسها ومن العرب سیدها ومن الوغا لیثها البطل الهمام واللیث المقدام والبدر التمام محک المؤمنین ووارث المشعرین وابو السبطین الحسنؑ والحسینؑ والله امیر المؤمنین حقاً حقاً علی بن ابی طالب علیه من الصلوات الزاکیة والبرکات السنیّة

کتاب[۱] کشی میں مذکور ہے کہ قنبرؓ سے کسی نے پوچھا تم کس کے غلام ہو انہوں نے کہا کہ میں اس کا غلام ہوں کہ جس نے دو تلواروں سے جہاد کیا اور دو نیزوں سے قتال کیا اور دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دو بیعتیں اور دو ہجرتیں کیں اور خدا کے ساتھ ایک آنِ واحد بھی کفر نہیں کیا میں مولا ہوں اس شخص کا جو صاحب ہے مومنین کا اور نور ہے مجاہدین کا اور وارث النبیین اور خیر الوصیین اور بزرگ ترین مسلمین اور سردار مومنین ہے۔ اور خدا کے خوف سے رونے والوں کا رئیس اور عابدوں کی زینت گذشتہ لوگوں کا چراغ اور موجودہ لوگوں کی روشنی اور تمام دعا کرنے والوں سے افضل رسولؐ[۲] رب العالمین کا پیام پہنچانے والا اور آل یٰسٓؑ سے پہلا ایمان لانے والا ہے جس کی تائید جبرئیلِ امینؑ اور نصرت میکائیلؑ نے کی اور تمام اہلِ آسمان اس کی ثنا و

---

[۱] مرزا شہید شوستری علیہ الرحمہ آگرہ سے جو ترجمہ مجالس المومنین چھپا ہے اس کی مجلس چہارم ص۲۶۱ سے اصل عبارت کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

[۲] ترجمانِ یا رسولِ رب العالمین۔

شرح وسیط سے لکھا ہے اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کوئی لڑائی ایسی تھی جس میں آپ نے دونوں ہاتھوں میں دو نیزہ لیکر جہاد کیا ہو جیسا کہ سیرت ذوالقرنینؑ میں ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں سے دشمن سے جنگ کرتے تھے اور مولا کا مثیلِ[1] ذوالقرنینؑ ہونا مسلمات سے ہے۔

علم

اس سیرت کے تمام و کمال مطالعہ سے ممدوح کے فضل و شرف کا اندازہ اچھی طرح ہو سکتا ہے عبید اللہ امرتسری نے سبط ابن جوزی کی روایت اس طرح حوالہ قلم کی ہے "جناب امیر علیہ السلام کے دو غلام تھے ایک تو قنبرؓ جو زیادہ تر مشہور ہیں دوسرے یحییٰ بن کثیر جن سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ روایت[2] کرتے ہیں اور وہ نہایت عالم اور فاضل تھے اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن یحییٰ بھی بڑے عالم تھے۔"

یہ بات رہ جاتی ہے کہ امام اوزاعی کون تھے اس کو جرجی ہمام شویری لکھتا ہے وھو ابو عمر عبد الرحمان الفقیہ[3] المشھور توفی ببیروت وہ ابو عمر عبد الرحمان مشہور فقیہ تھے جنہوں نے بیروت میں وفات پائی (اطلاع) ملحوظ خاطر رہے کہ لفظ رحمان کو بالف[4] لکھا ہے۔

دربارِ معاویہ میں سخت ترین گفتگو

عموماً تو مدینہ علم کے حلقہ بگوش افراد میں طرماح بن عدیؓ کا شام جانا اور بزم غیر میں وہ فصیح و بلیغ گفتگو جس کا ہر جملہ بلاغت کی جان اور فصاحت کی کان تھا

---

١ مناقب ابن شہر آشوب، بحار الانوار جلد نہم، ارجح المطالب ص۲۲۷ وغیرہ۔
٢ ارجح المطالب ص۱۶۱ ٣ معجم المطالب ص۱۲۲۴ ٤ یہ اشارہ مصنف کے شاگرد مرزا محدث عالم کی اُس تحقیق کی طرف ہے جو بھارت میں تحقیق باسم اللہ کے نام سے ۱۹۳۴ء میں دو مرتبہ طبع ہوئی۔

کتابوں[1] میں پایا جاتا ہے لیکن صالح ترمذی کشفی مشہور عالم اہل سنت نے اپنے مناقب فارسی میں ایک ویسی ہی گفتگو قنبرؓ کی درج کی ہے جس کا ہر پہلو اُن کی دلیری اور ہمت کی بلندی اور نڈر ہونے کا ثبوت ہے۔ یہ صحیفہ اسبار کر بمبئی میں چھپا اور آج کل اس کا اردو میں پاکستان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو میں نے نہیں دیکھا۔ میرے سامنے خطی نسخہ کا پانچواں باب[2] ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

قنبرؓ مولائے کونینؑ کا ایک خط لے کر معاویہ کے پاس گئے۔ ان کا بلند و بالا قد دیکھ کر اس نے مسخرے پن میں کہا کہ کچھ آسمان کی بھی خبر ہے؟ قنبرؓ نے جواب دیا ان العلی فی قفاک و ملک الموت فی ھواک۔ علی بن ابی طالبؑ تیرے عقب میں ہیں اور قبضِ روح کا فرشتہ تیری گھات میں ہے۔ معاویہ جھینپ گیا۔ دوسرا اعتراض اُن پر یہ ہوا کہ فرش پر جوتے پہنے ہوئے آرہے تھے۔ جب ٹوکا تو کہا کہ یہ وادی مقدس نہیں ہے جو نعلین اتاری جائے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

غرّک عزک بصار قصار ذلک فذلک ناخش ناحس فعلک قلعلک تھدی بھذا۔ "تجھے تیری (وقتی) عزت نے مغرور کر دیا۔ تیرا انجام ذلت و خواری ہے اپنی بدکرداری سے ڈر تو شاید خدا تجھے سیدھے راستے پر چلائے" کہا جاتا ہے کہ مطول تفتازانی میں یہ خط موجود ہے اور یہ کتاب اس وقت میرے روبرو نہیں اصل ماخذ کو دیکھ کر مزید بحث ہو سکتی ہے۔ دربار معاویہ میں بھی دنیا و عرب کے کمالات تھے۔ وہ خود تو خط لکھنے میں بدترین مردم تھا اور تاریخ میں

---

١ مجالس المومنین شہید شوستری وارشادیہ چودھویں رات کا چاند
٢ ص۳۰۲ مکتبہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

موجود ہے کہ سب سے پہلے معاویہ نے خط میں طول دے کر صفحہ کے صفحہ سیاہ کیے،
ورنہ انسانیت کی ابتدائی تاریخ میں خط مختصر ہوا کرتا تھا۔ بہر حال شام کے کسی ادیب
نے بڑی مشکل سے مختصر جواب لکھا۔ علیٰ قدر رای غلی قدر رای۔ جس کا مفہوم
یہ ہے کہ "میرے رتبہ سے میری دیگ جوش زن ہے"۔ یہ جملے دیکھ کر مجھے ایک ملنگ کا
وظیفہ یاد آتا ہے جو بڑا المیا ہے۔ اس میں موجود ہے۔ "دیگ پر محمدؐ تیغ پر علیؑ"۔
جواب الجواب میں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھانا پینا جس کا سرمایہ عمر تھا وہ ایسی باتیں
بگھارتا ہے۔ یہ جواب علمی نہیں ہے سے

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندان لعنت گرفتار کرد

درس مساوات

اسلامی مساوات کی جھلک اگر دیکھنا ہو تو مولائے کائناتؑ کی سرکار میں آؤ جہاں تم کو ظاہر و باطن یکساں نظر آئیگا
اندرون خانہ جو رنگ ہے کہ ایک دن گھر کی ملکہ خاتون محشرؑ کام کرتی ہیں اور
ایک دن کنیز وہی رنگ باہر بھی ہے جو کپڑے آقا کے جسم میں دہی یا اس سے بہتر
لباس غلام کے بر میں۔ مساوات پر صرف دو واقعہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ابو نوارؒ جو سپید روئی کے کپڑے بیچتا تھا اس دوکاندار کا بیان ہے
کہ ایک مرتبہ جناب امیر علیہ السلام قنبرؓ کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے
اور مجھ سے دو موٹے کپڑے خریدے اور اپنے غلام قنبرؓ سے فرمایا کہ ان میں سے
جو تجھے پسند آئے وہ لے لے۔ قنبرؓ نے ان میں سے ایک کو پسند کیا اور جناب
امیرؑ نے دوسرا آپ پہن لیا۔[1]

(۲) ابن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک موقع پر مولاؑ نے
اپنی حقیت کے اثبات میں قاضی شریح کے روبرو امام حسنؑ اور قنبرؓ کو پیش کیا اور
قاضی نے غلام کی گواہی آقا کے حق میں قبول نہ کی اور اپنے دامن پر وہ دھبہ لگایا جو

۱۔ ارجح المطالب باب زہد فی اللباس ص ۱۶۹

تا قیامت چھوٹ نہیں سکتا۔ تفصیل مناقب میں دیکھو یہیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ
پہلی سیرت میں غلام کو لباس میں اپنا مساوی قرار دیا اور دوسرے رویہ میں اپنے
فرزند امام حسنؑ کا ہمسر قرار دیتے ہوئے خانۂ شہادت میں لائے جو قنبرؓ کی عدالت
پر نقش چلی ہے۔ پیغمبر خداؐ کی حقیت پر نصاریٰ کے مقابلہ میں جس شاہزادہ کی گواہی
بچپن میں غیر مذہب عیسائی نے مان لی اس کو قاضی صاحب رد کرتے ہیں اور یہ نہ سمجھے
کہ ان کو اپنا حق لینا نہ تھا بلکہ غلام نوازی اور مساوات اور قنبرؓ کی عدالت ثابت
کرنا تھی قاضی شریح کی زندگی میری کتاب سوانح حیات مسلم بن عقیلؑ میں ملاحظہ کریں۔

رفاقت

سیرت مولاؑ میں بیشتر مقامات پر قنبرؓ کی معیت (ساتھ رکھنا)
موجود ہے۔ ان مقامات کا شمار مشکل ہے۔ ایک مقام یہ ہے:۔

مدینہ میں ایک شخص عبد اللہ نامی صاحبانِ عزت سے تھا اس کی بن بیاہی بیٹی
کا پیٹ بڑھنے لگا اور دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ اس نے زنا کیا ہے باپ نے غیرت میں
لڑکی کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اس نے بارگاہِ ایزدی میں فریاد کی اور کوفہ کی طرف
رُخ کر کے حضرت امیر المومنینؑ کو پکارا۔ آپؑ منبر پر وعظ کہہ رہے تھے۔ خطبہ کو
ناتمام چھوڑ کر حاضرین سے جلد آنے کا وعدہ کر کے قنبرؓ کو ساتھ لیا اور طی عرض
کر کے لڑکی کے بالیں پر اُس وقت پہنچے کہ تلوار بالائے سر تھی آپ نے دُور ہی سے
فرمایا کہ لڑکی کو قتل نہ کرنا یہ پاکدامن ہے اس کے بطن میں ۲۷ مثقال کی ایک جونک ہے
جس کی وجہ سے شکم میں سنگینی نمایاں ہے۔ عبد اللہ آب دیدہ ہوا۔ آپ نے حکم دیا
کہ لڑکی پردہ میں جائے اور تھوڑی سی زمین کھود کر پانی بھر دیا جائے اور برف کے
ایک ٹکڑے پر لڑکی کو بٹھائیں۔ کچھ دیر کے بعد وہ جونک پانی میں آ گئی اور شکم معمول
پر آ گیا۔ وزن جو کیا تو جونک ۲۷ مثقال کی تھی۔ اس حکیمانہ فیصلہ کے بعد آپ
باعجاز مسجد کوفہ آئے اس وقت تک کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھا تھا۔ حاضرین سے

کیفیت بیان کی۔

(اطلاع) مسجد کوفہ کے آثار قدیمہ میں بیت الطشت بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کوفہ کا ہے ممکن ہے کہ مدینہ سے کوفہ وہ ظرف بطور یادگار منتقل ہوا ہو یا دونوں جگہ یہ واردات ہوئی۔

حزب اختلاف کے بیان میں ذکر قنبرؓ

وہ طریقہ جو اللہ کے لیے عدالت ضروری نہیں جانتا جس نے انبیاءؑ کے دامن تک گناہ، خطا، نسیان کے داغ لگائے اس کے ایک نمائندہ کمال الدین بن طلحہ شافعی نے اپنے نزدیک مدح سمجھ کر رعایت حقوق ناس کے ذیل میں جو داستان لکھی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے مہمان کے لیے نجی طور پر قنبرؓ سے بیت المال کا شہد تقسیم سے پہلے لے لیا اور مولاؑ ناراض ہوئے اور معاذ اللہ امام حسنؑ کے مارنے کا قصد کیا۔ انہوں نے اپنے چچا جعفر طیارؑ کی قسم دے کر جان چھڑائی' قابلِ قبول نہیں ہے[1] نہ قنبرؓ اپنی کڑی نگرانی میں ڈھیل دے سکتے تھے نہ امام حسنؑ ایسے چالاک تھے یارانِ طریقت کا یہ افسانہ ہر آل رسولؐ کا وقار گھٹانے کے لیے ہے۔

خدمتِ خلق کا اعلیٰ جذبہ

جود و سخا کا ایک منظر

اگر کسی سرکار میں خزانچی کنجوس ہو تو اس کے سرمایہ سے عوام کو مالی مدد ملنے میں دشواری ہوتی ہے۔ کہاوت ہے "سخی سے سوم بھلا جو دے جلدی جواب" سائل کو روک رکھنا غلط قوانین کی پابندی نیکنامی پر ضرب ہے۔ قنبرؓ کی خدمتِ خلق

[1] ارجح المطالب ص ۱۸۵

اور سیر چشمی کا وہ مشہور ترین واقعہ ہے جو منبروں پر مولاؑ کی سخاوت کے سلسلہ میں ذاکرین پڑھتے ہیں کہ گروہ انان کے عوض سائل کو اونٹوں کی قطار دی وہ اسی حکایت کا تتمہ ہے جو قنبرؓ کے آغاز پر معجزات میں کبھی دیکھی تھی اور آج پھر نظر کی اصل ماخذ میں عشام کا خزانہ اپنی انفرادی جنگ میں فتح کر کے اونٹوں پر بار کر کے لا رہے تھے نابینا فقیر نے روٹی مانگی۔ قنبرؓ کو حکم دیا دیدو قنبرؓ نے جواب دیا روٹی دستر خوان میں ہے جو شتر پر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مع قطار کے دیدو۔ قنبرؓ مہار ناقہ چھوڑ کے سرک گئے۔ پوچھا یہ کیا؟ عرض کیا مبادا مجھے بھی نہ دے دیں۔ قنبرؓ کی یہ اعلیٰ فراست اور دانشوری تھی کہ وہ سمجھے مولاؑ کی نظر میں مال دنیا کی قدر نہیں ہے۔ وہ ایک روٹی اور اونٹوں کی قطار دے دینے کو برابر خیال کرتے ہیں اس لیے عنانِ شتر ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اس رویہ میں پہلی بات تو یہ کہ قابلِ غور ہے کہ خیرات میں قرآن حکیم نے جلدی کا حکم دیا ہے۔ قطار سے دستر خوان تلاش کرنا اونٹ کو بٹھانا بڑی دیر لگتی تاخیر فرمانِ ایزدی کے خلاف تھی لہٰذا مع قطار دینا عین عقل تھا۔ واقعہ کا آخری حصہ یہ بھی ہے کہ وہ دامن قبا سے لپٹ کر نابینگی سے بھی نجات پا گیا۔ اس فضیلت کو سُن کر کمزور عقیدہ رکھنے والوں کا یہ کہنا کہ یہ مال مسلمین تھا سب کو دینا چاہیے تھا غلط ہے مسلمان جنگ میں شریک نہ تھے تن تنہا فتح پائی تھی اور کہیں اس کی صراحت نہیں ہے کہ واپسی پر کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے تہی دستی کا عذر کیا ہو۔ بعد میں آنیوالوں کے لیے بھی دروازہ کھلا تھا۔

سلیمانؑ نبی کی صفت میں شرکت

انبیاء کرامؑ میں لسان قدرت نے فرمایا ہے کہ ہم نے

[1] فضائل مرتضوی

سلیمانؑ کو منطق الطیر پرندوں کی بولی سکھائی۔ یہ صراحت یقیناً اُن کو دوسرے انبیاؑ سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ قنبرؓ سے کسی چڑیا نے باتیں کیں مگر قنبرؓ کا مرغابیوں سے کلام کتب مناقب میں پایا جاتا ہے اور یہ اُن کے مرتبہ پر اچھی خاصی دلیل ہے۔

کلام عرب میں اسماء اصوات ایک مستقل بحث ہے کہ شتر بانی میں اونٹ ہکاتے وقت کیا کہتے تھے اور گھوڑے کو مہمیز کرتے میں اُن کا کیا رویہ تھا، یہ ایک علیحدہ شئے ہے۔ قنبرؓ کا بات کرنا اور پرندوں کا سمجھنا اُن کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ براء ابن عازب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ قازیں اُڑتی ہوئی حضرت علی مرتضیٰؑ کے سر مبارک پر سے گذرتی ہیں اور ان کے چہچہے سُن کر آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اور اصحاب پر میرے سلام کر رہی ہیں۔ اس نوید سے منافقین کے چشم و ابرو پرشکن آئے۔ مولف عرض کرتا ہے ان کا ایمان قرآن پر نہ تھا۔ نص قرآن ہے کہ نبی کو منطق الطیر کا علم ہو سکتا ہے مگر کیا کیا جائے اُن خبیث ہستیوں کو جو بے بصیرت تھے۔ جب مولاؑ نے یہ تیور دیکھے تو قنبرؓ سے کہا کہ مرغابیوں کو پکار کر کہو۔

ایھا الاوز اجیبوا امیرالمومنین و اخا رسول رب العالمین

اے مرغابیو مومنوں کا امیر اور رسول کے بھائی کا جواب دو۔ قنبرؓ نے پکارا اور مرغابیاں نیچی ہو کر معروف پرواز ہوئیں۔ پھر آپ نے اشارہ کیا کہ زمین پر اُتر آؤ۔ حاضرین کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ پرند پروں کو سمیٹ کر زمین پر اُترے اور صحن مسجد میں آگئے اور آقائے کونینؑ نے ان کی زبان میں کچھ باتیں کیں جو ہم نہ سمجھے اور مرغابیوں نے گردنیں بلند کر کے جواب دیا پھر ارشاد فرمایا کہ خدائے عزیز و جبار کا حکم زبان (حال) سے بولو۔ قازوں نے

بڑی فصاحت سے کہا السلام علیک یا امیرالمومنین خلیفۃ رسول رب العالمین "اے جملہ مومنین کے امیر اور رب العالمین کے رسولؐ کے خلیفۂ برحق"۔

لپٹ جاتی ہیں جب مرغابیاں پائے مبارک سے
ٹھہر کے دست شفقت سے انھیں آقا ہٹاتے ہیں (میر عشق)

حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی جھلک

نص قرآن ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا جب سانپ کی شکل میں آیا تو قدرت کو کہنا پڑا لا تخف موسیٰ ڈرنا نہیں اور سیرت حضرت امیرؑ میں ہے کہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ منبر سے قنبرؓ کو حکم دیا کہ حجرۂ مسجد میں جو ملے اُسے لے آؤ۔ قنبرؓ صفِ مومنین سے اُٹھے اور گوشہ میں جا کر دیکھا کہ ایک خوبصورت سانپ لہرا رہا ہے۔ دل میں خوف طاری ہوا مگر حکم کے مہیب میں اس کو پکڑ لیا۔ حارث بن اعور راوی کا بیان ہے کہ قنبرؓ کے ہاتھ سے وہ تڑپ کر چھوٹ گیا اور منبر کی طرف خود چلا اور حیدر کرارؑ کے قریب پہنچ کر گوش مبارک تک گیا اور کان میں اپنی زبان میں باتیں کیں۔ دیر تک وہ کچھ کہتا رہا اور آپ سنتے رہے۔ پھر صفوں کو چیرتا ہوا واپس گیا۔

جانے کے بعد آقائے کونینؑ کے آنسو جاری ہوئے۔ حاضرین نے سبب پوچھا فرمایا یہ وہ جنؒ ہے جس نے رسولِ خداؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور (اس وقت حاضر ہو کے) میری اطاعت کا اقرار کرتا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ فرمانبردار ہے اور تم میں دو گروہ ہیں کوئی اطاعت کرتا ہے اور کوئی مخالفت، یہ مسجد کوفہ ہے آفرین ہے قنبرؓ کی ہمت پر۔ اب آنے والے کی دو حیثیتیں قرار پاتی ہیں ورنہ سانپ جس کے کاٹے کا منتر نہیں اور دراصل قوم جنؒ سے ہے جس کے نام سے

انسانیت خوف زدہ ہے۔ یہ وہ آتش بلا تھی جس کا قنبرؓ نے مقابلہ کیا اور ایسا نہیں ہوا کہ ڈر کر پلٹ آئے ہوں اور کہا ہو کہ وہاں تو سانپ ہے۔ اِس روایت و معجزہ کا پس منظر یہ ہے کہ جن کو معرفت میں کمال تھا آقا اور غلام دونوں کو پہچانتا تھا۔ کیا مجال کہ قنبرؓ کے کاٹا ہو اور ایسا بھی نہیں ہوا کہ موجودہ منافقوں میں کسی ایک کو گزند پہنچا ہو۔ وہ دنیا کو مہلت کی جگہ سمجھتا ہے۔ اُس کے ڈسنے سے زیادہ خطرناک عذاب الٰہی ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النّار وہ تو دوزخ کے پست ترین طبقہ میں ہوں گے۔

قنبرؓ کا یہ جرأتمندانہ اقدام بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کلیم اور مرسل ہو کر دستِ مبارک کو کپڑے[1] میں لپیٹ کر اژدھے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں اور قنبرؓ مطلق نہیں ڈرے۔

موکلانِ دوزخ جیسی خدمات

مولانا سیّد ابوالحسن شاہ کشمیری ابن سیّد نقی شاہ مرحوم و مغفور اپنے استادِ علام تاج العلماء کی زاد قلیل معرکہ آرا کتاب کی شرح میں اُس طبقہ کو جو مولاؑ کی اولوہیت کا قائل تھا قنبرؓ کے ہاتھوں نذرِ آتش کیے جانے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:-

مناقب[2] میں ہے کہ ستّر آدمی جنگِ بصرہ کے بعد خدمت امیرالمومنینؑ میں لائے گئے جو اپنی زبان میں اُن حضرات کو اپنا معبود سمجھتے تھے اور سجدہ کرتے تھے آپ نے جواب دیا کہ تم پر وائے ہو میں تمہارے جیسا مخلوق ہوں۔ انہوں نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنے قول سے میرے بارے میں نہ ہٹے اور بارگاہِ

لہ ارجح المطالب صـ۲۱۱

سـ۲ سواد السبیل شرح زاد قلیل عربی صـ۱۲۷ طبع مطبع اثنا عشری میر عابد علی لکھنؤ

ایزدی میں توبہ نہ کی تو تم کو قتل کر دوں گا۔ آنے والوں نے راہِ راست پر آنے سے انکار کیا۔ آپ نے خندق کھدوا کر آگ روشن کرائی اور قنبرؓ نے ایک ایک کو اپنے کندھے پر لاد کے آگ میں ڈالا اور کہا؎

انی اذا ابصرت امراً منکراً[1] — اوقدتُ ناری و دعوت قنبرا

ثم احتفرت حفراً احفرا — و قنبر یحطم حطما منکرا

"جب میں نے اُن کی بدخیالی دیکھ لی تو آگ سلگوائی اور (اپنے غلام) قنبرؓ کو پکارا زمین پر گڑھے کھودے قنبرؓ زیرِ زمین لکڑیاں (ایندھن) جمع کر رہے تھے۔"

مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ واقعہ رجال کشی سے بروایت امام محمد باقر علیہ السلام بیان کر کے توضیح کی ہے:-

الزط قوم من السودان والهنود فسلموا علیه و کلموه بلسانهم۔

"یہ حبش کے لوگ اور ہنود تھے جنہوں نے آ کر سلام کیا تھا اور آپ نے انہیں کی زبان میں جوابِ سلام دیا ان کے سرگروہ کا نام محمد بن النصیر نمیری بصری تھا"

علماء اہل سنت نے بھی اس واقعہ کو نذرِ قرطاس کیا ہے اور قنبرؓ کی خدمات کا اس موقع پر ذکر ہے بہرحال آگ سے جب دھواں بلند ہوا اور وہ جل کر راکھ ہو گئے تو مولاؑ نے ان کو پھر زندہ کیا تو ان کی زبان پر یہ کلمات[2] تھے۔ "آگ کا عذاب تو آگ کا رب ہی کر سکتا ہے۔" نصیری اس گروہ کے عقائد کی تائید کرنے والے ہیں۔

اس واقعہ سے قنبرؓ کی طاقت جسمانی کا اندازہ ہوا کہ وہ ستّر آدمیوں کو

لہ یہ اشعار دیوان صـ۲۴۲ کے ہیں۔

سـ۲ ارجح المطالب از شفا قاضی عیاض صـ۲۰۲

اٹھا اٹھا کر لائے اور آتشین کنوئیں میں ڈالا جس طرح حکم ایزدی سے دوزخ کے ۱۹ موکل کفار کو جہنم میں پہنچائیں گے اور آگ کی لپک ان پر اثر نہ کرے گی۔

علم ہدایت شیم ہاتھ میں

اسلام میں لواء ہدایت، علم کی وہ اہمیت ہے کہ جس کے ہاتھ میں نظر آئے وہ دوسروں سے ممتاز ہے۔ علمداری کی ہوس بڑے بڑے نمودار لوگوں کو تھی اور جس کو سرکارِ رسالتؐ سے یہ شرف عطا ہوتا تھا وہ زمین پر پیر نہ رکھتا تھا۔ علم کی حفاظت بھی بانیانِ اسلام کے ذمہ تھی کہ مبادا نا اہل علم لے کر چل کھڑے نہ ہوں۔ اس لئے وہ کسی امانتدار کے قبضہ میں رہا اور مال خانہ سے علمدار کے ہاتھ میں پہنچانا بھی فضل و شرف سے خالی نہیں۔ قنبرؓ کو یہ عزت بھی حاصل تھی کہ وہ صفین میں علم کے محافظ تھے اور بعید نہیں کہ دشمن سے جنگ بھی کی ہو۔ خود مولاؑ کے منظومہ میں ان کی اس خدمت کا پتہ لگتا ہے۔

اخرمت ناری ودعوت قنبرا قدّم لوائی لا تؤخر حذرا۔

"جب میں نے آتشِ حرب بھڑکادی تو قنبرؓ کو صدا دی اور کہا علم لا دیر نہ ہو۔"

صفین کی تصویر کشی لیلۃ الہریر کا کشت و خون ہر دشمن کی خون ریزی پر اللہ اکبر کی صدا صفِ دشمن کے قریب نماز ظہر کے لئے مصلےٰ بچھنا کون نہیں جانتا مگر یہ افادہ کہ علم قنبرؓ لائے مولاؑ کی غلام نوازی تھی احمد درویش نے جس کتابچہ میں قنبرؓ کی آمد کو نظم کیا ہے اس کے ابتدائی شعر کا مصرعہ ثانیہ ٹھیک سے پڑھا نہیں جاتا۔ پہلا مصرعہ یہ ہے "ھذا اجری السبع انت ماجری دواہ" اور دوسرے ابتدائی مصرعہ کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ وہ قنبرؓ کو فوج کے جرنیل کے درجہ پر سمجھتا ہے۔ اور یہ رائے صحیح ہے۔

وفادار غلام کے قتل ہونے کی پیشین گوئی

"صدیق اکبر اولسان داؤدؑ کی یہ پیشین گوئی بھی تھی کہ ایک گروہ[1] ان کے دوستوں کا دشمن کے ہاتھ سے بیدردی کے ساتھ قتل ہوگا۔ ان میں قنبرؓ کے ذبح ہونے کی خبر دی اور قتل ہونے کی کیفیت بتائی جیسا کہ عنقریب (حال ان کا) آئے گا۔"

اس ذمہ دارانہ بیان کا مطلب یہ ہے کہ قنبرؓ اپنی شہادت کے منتظر اور اصحاب امیرالمومنینؑ ان کے انجام بخیر ہونے پر گواہ اور اس عنصر ایمان میں تنہائی کی صحبتوں میں ایک دوسرے کی قربانی کے تذکرے ہوتے تھے اور ہر فرد صبر و تحمل اور ثبات قدم میں پہاڑ تھا جس کے خیالات میں تبدیلی نہ تھی۔

عناصر اربعہ سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۶۰ھ تک

سیرت قنبرؓ میں یہ پہلو بڑا غور طلب اور خامہ فرسائی کے قابل ہے کہ صفین کے معرکہ میں تو ان کی یاد تازہ ہوتی ہے اور امام حسنؑ کے زمانۂ حکومت اور امامت میں بھی ان کا نام آجاتا ہے[2] اور وہ خدمت گذاری میں عذر نہیں کرتے اور شہادت امام حسنؑ کے بعد دس برس تک اُن کا نام صفحۂ تاریخ میں نظر نہ آیا۔ اگر حجاج بن یوسف لعین کا اُن کو قتل کرنا طشت از بام نہ ہو چکا ہوتا تو سیرت نگار یہ لکھتے کہ وہ واقعہ کربلا کے پہلے مر چکے تھے۔ ورنہ دشتِ غربت میں ضرور شہید ہوتے۔ سالہا سال کا خلا اور حجاج کے دور میں ان کی شیرانہ گفتگو نے کوائفِ عمر کو زندہ کیا اور نتیجہ سامنے آیا کہ وہ عہدِ معاویہ میں دوستدارانِ علیؑ کے ساتھ قید ہوں گے۔ قید سخت ہو یا قید با مشقت یہ رجحان

---

[1] یہ مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ طبع بمبئی ص۱۸۲ کی دو سطروں کا ترجمہ ہے۔
[2] ناسخ التواریخ جلد ششم ص۵۲ طبع بمبئی۔

نہیں بلکہ یقین ہے اور اس رائے پر جو تائید دستیاب ہوئی وہ یہ ہے کان[1] لہ الف نسمہ آنحضرت[ع] کے ہزار غلام تھے۔ وہ واقعہ کربلا میں کام آگئے اور دو[2] کو حجاج بن یوسف نے (جن میں قنبر[رض] شامل ہیں) قتل کیا۔

واقعہ کربلا میں شہید ہونے والے غلاموں کے نام سلافہ[رض] اور نصر[رض] بتائے گئے ہیں۔ عقل قبول نہیں کرتی کہ جن غلاموں کو شہرت نہ ہو وہ تو روز عاشور شہید ہو جائیں اور قنبر[رض] جو غیر معمولی شہرت کا مالک وہ رہ جائے اور حجاج بن یوسف کے وقت تک زندہ رہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ مختار ابن ابو عبیدہ[رض] اور دوسرے دوستداران علی[ع] کے ساتھ مقید ہوں گے اور ان کی یہ مدت دراز کی قید واقعہ کربلا میں شرکت سے مانع ہوئی۔

اب انصاف کا مقام ہے کہ قنبر[رض] کے دل و دماغ پر آقازادوں کے یہاں بلا کر شہید ہونے کا کیا اثر ہوگا اور کس طرح زار و قطار روتے ہوں گے۔ اگر شیعیت کو زمانہ آزادی اور مہلت دیتا تو قنبر[رض] کے کان تک معرکہ کارزار کی الف بھی پہنچنا چاہیئے اور وہ دوسرے افراد سے نقل بھی کر سکتے تھے مگر حریت سلب تھی، زبانوں پر قفل تھے یا سامعین کا فقدان تھا۔

اب رہا یہ امر کہ دو ہستیاں سلافہ اور نصر کو کیونکر رخصت جہاد ملی کیا لڑے، کب شہید ہوئے۔ یہ بھی واقعہ نگار کا احسان ہے کہ سیرت علی[ع] میں نام رہ گئے ورنہ آسمان کے لاکھوں ستاروں میں بہت تھوڑے تاروں کے نام دنیا کو معلوم ہیں کربلا میں بقول دعبل وہ آسمان[3] کے ستارے زمین پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرے تھے جو عظمت میں سورج سے بڑے تھے۔

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب [2] یہ دو نام نہ تو زیارت شہداء میں ہیں نہ مقاتل میں مگر ابن شہر آشوب کا علمی وقار ثبوت میں کافی ہے۔

[3] افاطم یا بنت الخیر قومی واندبی ÷ نجوم سماوات بارض فلوات

الحسین صفحہ ۱۹ میں یہ سوال اٹھایا تھا

واقعہ کربلا میں قنبر[رض] کیوں شریک نہ ہوئے؟

قنبر[رض] واقعہ کربلا میں کہاں تھے؟ کیا وہ پیرانہ سالی کا عذر کر کے خانہ نشین ہو چکے تھے۔ کیا تمام عمر کی خدمت گذاری کے بعد وہ آقازادوں کو بھول گئے تھے ایسا نہیں ہے اور نا ممکن تھا کہ وہ اولادِ مصطفےٰ[ص] کو اپنے سامنے کٹتے دیکھتے اور بیٹھے رہتے۔ صفین کی جنگ میں میدانِ حرب اک آتشکدہ تھا اور قنبر[رض] اس محاذ پر علمدار تھے۔ روزِ عاشور کی گرمی سے وہ ہرگز نہ ڈرتے۔ امام حسن[ع] کے زمانہ تک ان کی موجودگی تاریخ سے ثابت ہے اور شہادتِ حسین[ع] کے دس برس بعد تک صفحۂ تاریخ میں ان کا نام آتا ہے۔ وہ عہدِ امام زین العابدین[ع] میں حجاج بن یوسف ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ واقعہ کربلا میں وہ قید سخت میں تھے اور مختار[رض] ایسے مشاہیر کے ساتھ اسیر تھے۔

اس قید و بند میں کہاں ممکن تھا کہ ان کا نام خاندان حضرت امیر[ع] کے حالات میں جگہ جگہ آتا۔ امام حسن[ع] زندگی بھر بھولے نہ ہوں گے۔ امام حسین[ع] کو یقین تھا کہ قنبر[رض] ہوتے تو آڑے آتے۔ امام زین العابدین علیہ السلام خود اسیر ہو کر اس سابق کو دل و دماغ میں جگہ دیے ہوں گے اور جب قنبر[رض] کی شہادت کی خبر سنی ہو گی تو ان کا بھی غم منایا ہو گا۔

میں فضلِ خدا سے ابوہریرہ نہیں ہوں نہ غلط حوالوں پر میری زندگی کی اساس ہے

واقعہ کربلا میں جبکہ فرزند رسول[ص] مدینہ

امام مظلوم کے مکہ سے سفر میں قنبر[رض] کی ایک یاد

چھوڑ چکے اور مکہ سے بھی نکلنا چاہتے تھے عبد اللہ بن زبیر سے جو سخت

گفتگو ہوئی اور اس پر مسلمانوں کے جوق جوق آکر بیعت کرنا بار تھا۔ اور وہ آپ کے فروغ کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا اور اس کا الزام تھا کہ مسلمانوں میں افتراق پھیلایا جا رہا ہے۔ عبداللہ ابن عباسؓ جو حج کے سلسلہ میں آئے تھے اس کی ریشہ دوانی سے اچھی طرح واقف تھے اور جب امامؑ نے مکہ بھی چھوڑ دیا تو ابن زبیر سے ان کا یہ کہنا لَقَدْ قَرَّتْ عَیْنَیْکَ یَا ابْنَ الزُّبَیْرِ۔ اے ابن زبیر اب تیری آنکھیں روشن ہوئیں۔ فرزند رسولؐ مکہ سے بھی نکل گئے۔ یہ دیکھ کر طرفہ بن عبد شاعر کے چار شعر پڑھے جو ناسخ التواریخ جلد ششم صـ۲۰۹ طبع بمبئی میں دیکھیں پہلا شعر یہ تھا جس میں قنبرؓ کا لفظ آیا۔ بالکِ قُنبَرۃٍ بِمَعْمَرٍ خَلا لَکِ الجَوُّ فَبِیضِی وَاصْفِرِی۔ تحقیقِ لفظ میں وہ حاشیہ میں کہتے ہیں قنبرہ مرغ چکاوک کو کہتے ہیں جس کی جمع قنابر ہے لیکن مفرد کے استعمال میں حرف نون کا اظہار ہوتا ہے اور معمر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سبزہ اور پانی ہو۔ مفہوم یہ تھا کہ امامؑ کی ہوشیاری کے باوجود مکہ سے نکلنے پر اب وہ تیرے شکار ہو سکتے ہیں۔

قنبرؓ نہ تھے تو کچھ پرواہ نہیں دوسرے غلامانِ علیؑ جن کے نام "الحسینؑ" میں آچکے اپنا خون بہا چکے مومنین کی نیت اور ارادہ ان کے عمل سے بہتر ہے۔

شہادت اور قاتل کا تعارف

حجاج بن یوسف ثقفی[لعنہ] کا نام ظالموں میں سر فہرست ہے اور دنیا کا بچہ بچہ اس فرعون بے سامان کے مظالم آل محمدؐ اور اُن کے دوستوں پر مصائب کے پہاڑ گرانا اور ہنسا جانتا ہے۔ نمرودؑ و ہامانؑ نے بھی جو ظلم نہیں کیے وہ حجاجؑ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اُس کا طاغوتِ عہد اور ابلیسِ عصر ہونا دنیائے تاریخ کو تسلیم۔ ابو اسحاق برہان الدین وطواطؒ نے بالکل چشم پوشی سے کام نہیں لیا اور آزادانہ

ہلہ غرر الخصائص طبع مصر عربی صـ۲۵۳

اپنی تاریخ میں لکھا کہ "اس نے لڑائیوں میں جن لوگوں کو قتل کرایا اُن کا ذکر نہیں۔ ایک لاکھ ۲۰ ہزار نفوس انفرادی اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور اس کے قید خانہ میں پچاس ۵۰ ہزار مرد اور تیس ۳۰ ہزار عورتیں جن میں چھ ۶ ہزار پردہ نشین تھیں جیل کی سختیاں برداشت نہ کرنے پر زندان میں فوت ہوئیں۔ اس کے وقت کا قید خانہ عورت و مرد کی مخلوط جگہ تھی جہاں سردی اور گرمی سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بے سقف کی عمارت دیواروں کے سایہ میں جب دھوپ ہٹتی تھی تو قیدیوں کو تمازت میں کھینچ کر لایا جاتا تھا۔"

ایک قنبرؓ وہ سخت جان تھے کہ موت کے چنگل سے زنداں میں محفوظ رہے ان کو اس سرکش کے ہاتھ سے سعادتِ ابدی حاصل ہونے والی تھی۔

(۱) وفاشعار غلام کی شہادت پر اہلِ تاریخ اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ حجاجؑ نے ایک دن کہا کہ میرا دل چاہتا ہے اگر کوئی دوستِ علیؑ ملے تو میں اس کو قتل کروں اور خدا کی بارگاہ میں تقرّب حاصل کروں۔ لوگوں نے کہا کہ قنبر سے زیادہ خدمتِ علی میں حاضر رہنے والا کوئی نہیں۔ اس اطلاع پر قنبرؓ کو قید خانہ سے بلایا۔

حجاجؑ:۔ (قنبرؓ کی طرف دیکھ کر) تو ہی قنبر ہے ؟

قنبرؓ: ہاں میں قنبر ہوں۔

حجاجؑ:۔ علی کے غلام ہو۔

قنبرؓ:۔ میرا مولا خدا اور ولی نعمت علیؑ ہیں۔

حجاجؑ:۔ علی کے دین سے بیزاری اختیار کرو۔

قنبرؓ:۔ مجھے اُن کے دین سے بہتر کوئی دین بتا ؟

حجاجؑ:۔ میں تمہیں قتل کروں گا کس طرح قتل ہونا پسند کرو گے ؟

قنبرؓ: قتل ہونا تیری ہی رائے پر چھوڑتا ہوں۔

حجاج لعنہ نے اصرار کیا آخر میں قنبرؓ نے فرمایا مجھ سے میرے آقا نے کہا تھا کہ تیری موت نہیں ہوگی مگر بلا وجہ ذبح ہونے سے۔ حجاج لعنہ نے قنبرؓ کو ذبح کر دیا۔

(۲) شہید شوستری نے رجال کشی کے حوالہ سے جو لکھا ہے وہ اصل ماخذ میں میں نے خود بھی بچشم خویش دیکھا مگر مترجم آگرہ مذکور الصدر جلد میں اس طرح ترجمہ کرتے ہیں جب قنبرؓ کو حجاج بن یوسف لعنہ کے پاس لائے تو اس نے پوچھا:

حجاج لعنہ: علی علیہ السلام کی خدمتوں میں سے کون سی خدمت تمہارے متعلق تھی؟

قنبرؓ: میں حضرتؑ کے وضو کے لئے پانی لایا کرتا تھا۔

حجاج لعنہ: وہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو کیا کہتے؟

قنبرؓ: اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔ جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے "پس جب بھول گئے وہ لوگ اُس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ہر چیز کے دروازے ان پر کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ پائی ہوئی چیز سے خوش ہوئے تو ہم نے ان کو دفعۃً گرفتار کیا۔ پس وہ

لہ ترجمہ مجالس المومنین صفحہ ۴۶۳ ارجح المطالب میں اس محل پر کفایۃ الطالب محمد بن یوسف گنجی شافعی کے قلم کی جو الفاظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں اخبرنی امیر المومنین ان میتی تکون ذبحا ظلماً بغیر حق فامر بہ فذبح "امیر المومنینؑ نے خبر دی ہے کہ میری موت نہیں ہوگی مگر بلا وجہ ازروئے ظلم ذبح کیے جانے سے حجاج لعنہ نے ان کو ذبح کر ڈالا" (ارجح صفحہ ۷۱۱ آخر کتاب)

نا امید رہ گئے۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ ڈالی گئی اور سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے"۔

حجاج لعنہ: (غصہ سے آگ بگولہ ہو کر) میرا گمان ہے کہ وہ اس آیت کی تاویل ہم لوگوں کی شان میں کرتے تھے اور ہمیں لوگوں کو ظالم سمجھتے تھے۔

قنبرؓ: ہاں ایسا ہی ہے۔

حجاج لعنہ: اگر میں تمہاری گردن مارنے کا حکم دوں تو کیا ہو؟

قنبرؓ: میں سعادتمندوں میں ہوں گا اور تو شقیوں میں سے۔

حجاج لعنہ نے حکم دیا کہ قنبرؓ کا سر جدا کیا جائے۔ وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ وہ دلیرانہ گفتگو تھی جو قنبرؓ نے بڑھاپے میں کی اور جام شہادت پی کر سو گئے۔ شیر خداؑ کی جیتی جاگتی یادگار بظاہر تو ظالم بادشاہ کے نجس ہاتھ سے مٹ گئی مگر تو بہ جب تک آقا کا نام باقی ہے اس وقت تک مظلوم غلام فراموش نہ ہوگا۔ شہادت قنبرؓ کا ذکر لسان الواعظین صفحہ ۲۹۳ میں بھی ہے۔

(توضیح) حجاج بن یوسف کو عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ ہجری میں گورنر عراق مقرر کیا اور شوال ۹۵ھ میں اس کی حکومت ختم ہوتی ہے۔ اس لئے قنبرؓ کی شہادت انہیں حدود اور امام زین العابدینؑ کے زمانہ کا حادثہ ہے۔ دکھیچ مسلمان کراچی کے، خالد بن ولید کی برسی کر رہے ہیں۔ زندہ دلان پنجاب سے میری خواہش ہے کہ یوم قنبرؓ منائیں۔ - آغا مہدی)

مزارِ قنبرؓ آخوند مرزا قاسم علی صاحب کشمیری مرحوم و مغفور اپنے سفر نامہ[لہ] میں لکھتے ہیں:-

لہ زاد الزائرین حصہ اول صفحہ ۲۹ آج کل کے سفرناموں میں بھی بغداد کی زیارتوں میں قبر قنبرؓ کا ذکر ہے۔

"بغداد کے محلہ یہود و نصاریٰ کے درمیان ایک علاقہ قنبرؓ کے نام سے موسوم ہے وہاں یہ وفا شعار غلام آرام کر رہا ہے اور نواب اقبال الدولہ بہادر شاہزادہ اودھ کی رباعی ایک تختہ پر لکھی ہوئی آویزاں ہے ؎

ہم قطار مست قنبرِ من مالکِ ہر دو ما است حیدر من
نعل و نعلین و دل دلِ قنبر جیغہ تاج و پر افسر من

اس مزار کے پاس ایک پتھر کا مینڈھا بنا ہوا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ حاجتمند جس کام کے لیئے نیت کر کے اس مینڈھے کو اٹھا لیتا ہے وہ کام ضرور ہوتا ہے۔ اگر وہ کام نہ ہونے والا ہو تو وہ مینڈھا ہرگز نہیں اٹھتا۔ عربوں کی یہ جدّت مستحسن نہیں ہے۔

جدّ امجد حضرت غفران مآب اعلی اللہ مقامہ نے بھی بغداد میں اس قبر کی زیارت کی تھی اور اپنی کتاب آخر مسکن القلوب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے آج بس اور ٹیکسی سے یہ راستے آسانی سے طے ہوتے ہیں اُس وقت قاترا اور پیدل سفر کے سوا دوسرا ذریعہ پہنچنے کا نہ تھا۔

مزار کی دو حیثیتیں ہیں۔ خادمِ مولا کی قبر اور شہید راہ خدا کی آرام گاہ جس سے قاتل کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ وہ قتیل جو اپنی وفا اور کمالات میں قادر الکلام مقرر اور جلیل عالم تھا قنبرؓ سے روایات کا پایا نہ جانا اور دوسرے غیر معروف غلام سے راویوں کا اخذ علوم بتاتا ہے کہ دورِ عصبیت میں یحییٰ ابن کثیر سے نقل روایات میں محدثین کو ڈر نہ تھا ان کو عام لوگ علیؑ کا غلام نہیں سمجھتے تھے اور قنبرؓ کا نام زبان پر آنے کے ساتھ آقا کا تصور ہے اس لیئے قنبرؓ کی روایات کا فقدان ہے اور ان کے علوم کنز مخفی ہو کر رہ گئے۔

اولاد فضہؓ محترمہ کی اولاد کا کئی پشت تک وجود رہا۔ قنبرؓ کے بارے میں بجز خاموش رہنے کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ فضہ بنامش کو ناکتخدا سمجھنا شریعت سے اعلانِ جنگ، تاریخ سے تصادم اور جہل پروری ہے۔

مظلوم غلام کی شہادت پر آقازادہ کا تاثر

سیرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام میں ہے کہ جب وہ کسی مرنے والے کی سنائی سنتے تو یہ دعا پڑھتے تھے قنبرؓ کا قتل ان کے مصیبت زدہ دل کے لیئے بہت زیادہ رنج و ملال کا سبب ہوگا۔ یہ صحیفۂ سجادیہ کی چالیسویں دعا ہے۔

(ترجمہ) اے معبود محمدؐ اور اس کی آلؑ پر رحمت بھیج اور طلبی امید سے ہمیں بچا اور سچے عمل کے ذریعے سے اُس امید کو ہم سے کم کر تاکہ کسی گھڑی کے بعد کسی دوسری گھڑی کے پورے ہونے اور ایک دن کے بعد دوسرے دن کے کامل ہونے اور ایک سانس کے بعد دوسری سانس سے متصل ہونے اور ایک قدم کے بعد دوسرے قدم سے ملنے کی ہم امید نہ کریں اور اس کے دھوکہ سے ہمیں محفوظ رکھ اور اس کی برائیوں سے ہمیں بے خوف کر اور موت کو میرے سامنے کھڑا رکھ اور اس کی یاد میں ناغہ نہ ڈال اور نیک کاموں میں سے ہمارے لیئے وہ کام قرار دے جس کے ہوتے ہوئے تیرے پاس آنے کے وقت کو دیر سمجھیں اور تجھ سے جلد ملنے کی اسی کام کے سبب سے خواہش کریں یہانتک کہ موت ہماری ایسی دلچسپی کی چیز ہو جائے جس سے ہم دلچسپی حاصل کریں اور ایسی الفت کی چیز ہو جائے جس کے ہم مشتاق ہوں اور ایسے ہمارے عزیز و قریب بنجارے جس سے قریب ہونے کو ہم پسند کریں۔ پھر جب تو اُسے ہم پر اتارے اور اُسے ہمارے پاس لائے تو پھر ہم کو اس کی وجہ سے نیک بخت کر اور اس سے ہم کو مانوس کر جبکہ وہ

آئے اور اس کی مہمان نوازی سے ہم کو محروم نہ کر اور اس کی ملاقات سے ہم کو رسوا نہ کر اور اسے ہماری بخشش کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بنا اور اپنی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی۔ ہم کو موت دے تو ہدایت یافتہ نہ راہ بھٹکے ہوئے فرماں بردار نہ مکروہ سمجھنے والے توبہ کرنے والے نہ مخالفت کرنے والے اور نہ اصرار کرتے والے اے نیکو کاروں کے بدلے دینے کے ذمہ دار اور اسے خرابی پیدا کرنے والوں کے کام کے درست رکھنے والے"۔ اصل[1] کو نظر انداز کر کے ترجمہ پر اکتفا کی ہے جس میں دو مقام قابل غور ہیں۔

(۱) اصل دعا میں حامّتنا ہے جس کے معنے عموماً لغت میں یہ ہیں الحامہ الخاصّۃ وحامّۃ الرجل خاصّتہ من ولدہ وذی قرابتہ وتقول ھولاء حامّتہ ای اقربائہ۔ یعنے حامہ خاصہ کے مرادف ہے اور حامّۃ الرجل کے معنے یہ ہیں اُس شخص کے خاص لوگ اولاد اور رشتہ داروں میں سے چنانچہ عرب کہتا ہے وہ ہیں اس کے حامہ تو مراد قرابتدار ہوتے ہیں۔ یہ لفظ اصل میں آیہ تطہیر کی تفسیر میں قول نبیؐ سے ماخوذ ہے "ھولاء اھلبیتی وخاصتی و حامتی"[2] تعجب ہے کہ نجارہ ترجمہ کیوں کیا گیا اگر نجارہ کے معنے میں کسی لغت میں استعمال ہوا ہو تو اس جگہ وہ معنے درست نہیں۔ اسی لحاظ سے محترم معاصر مولانا مفتی جعفر حسین صاحب دامت عالیہ نے ان ہی معنوں میں ترجمہ کیا ہے۔

---

[1] صحیفۂ کاملہ مترجم مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری طبع دوم ۱۹۲۲ء مطبع یوسفی دہلی صفحہ ۲۲۳ [2] معجم الطالب صفحہ ۲۰۴ مصر۔

انتباہ:۔ بعض افاضل کو اپنے مقالہ حقوق ہمسایہ میں دھوکا ہوا ہے کہ امام غزالی صحیفۂ کاملہ کو زبور آل محمدؐ اور انجیل اہلبیت کہتے ہیں (محترم جریدہ شیعہ لاہور مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۸) ایسا نہیں ہے مفتی اعظم قسطنطنیہ

(۲) موت کو امامؑ نے دروازہ قرار دیا ہے اور یہ مطلب دعا سمات میں موجود ہے کہ ہر شے کا دروازہ ہوا کرتا ہے۔ کوئی چیز بغیر دروازہ کے نہیں۔ موت کے بعد آخرت دار القرار ہے۔ خدا نہ کردہ کسی عزیز اور دوست کی خبرِ وفات پر ہم کو بھی یہ دعا پڑھنا چاہیئے۔

علمائے دین کی نظر میں قنبرؓ کی وقعت

محبّت کے جرم میں خونریزی

شیعی علماء اور صاحبانِ کمال میں ابو یوسف ابن اسحاق بن سکیّت علم نحو کے مشہور آفاق استاد متوکل عباسی کے لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ ان کی اعلیٰ قابلیت اور دماغ نے اس عہدہ پر پہونچایا تھا اور وہ بھی زمانہ کے دورِ حاضر میں اس منصب کو غنیمت سمجھتے تھے۔ مرنجان مرنج رویہ اوقاتِ تعلیم میں رہا۔ مذہبی چھیڑ چھاڑ کیسی مگر ظالم فرمانروا کو فکر تھی کہ کسی طرح درس دینے والے کو راہِ راست سے ہٹایا جائے مگر توبہ محبتِ علیؑ پتھر کی چٹان سے زیادہ مضبوط اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے زیادہ سخت اوقات درس میں متوکل کو آنے کا حق بھی نہ تھا وہ مصاحبت کے لئے نہیں وابستہ ہوئے تھے پڑھانے کو آتے تھے۔ یکایک متوکل نشۂ نخوت سے سرشار سامنے آیا اور پوچھا:۔

متوکل:۔ (مولوی جی) تمہیں میرے دونوں بیٹے معتز اور مؤید زیادہ پیارے ہیں یا حسنین (علیہما السلام)

سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۱ طبع بمبئی میں زبور اہلبیت کا درجہ دیا ہے۔ ابھی تک انجیل اہلبیت قرار دینے کا غیروں کی کتابوں میں ثبوت نہیں دستیاب ہوا۔

ابن سکیتؒ :۔ (غصہ سے بے قابو ہو کر) متوکل! تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے میرے نزدیک قنبرؓ بہتر ہے۔

متوکل لعین نے حکم دیا کہ ان کی زبان گدی سے کھینچی جائے اور وہ ۲۴۴ھ میں سترا یاب ہو کر شہید ہوئے۔

(دیکھو تاریخ زین الدین بن عمر وردی صہ ۲۲۸ مکتبہ ممتاز العلماء)
ایک محب علیؑ ہی قتل نہیں ہوا بلکہ علم و کمال کا چراغ گل کر دیا۔

تصویرِ قنبرؓ

یادش بخیر حسین آباد ٹرسٹ لکھنؤ کے مشہور زمانہ شاہی امام باڑے میں جو شیشہ آلات اور تبرکات سے آراستہ ہے صحن حسینیہ کی طویل نہر میں دُلدل (ذوالجناح) کا مجسمہ ہے اور باگ ہاتھ میں لیئے ہوئے حبشی غلام معمار عمارت نے کچھ اس طرح سے بنایا ہے کہ انسان دیکھتا رہ جاتا ہے۔ یہ فعل کارگیر کا ابتدا وقت میں کسی طرح صحیح نہ تھا مگر تشکیل کے بعد اس کا توڑنا خالی از اشکال نہیں۔ سرکار دو عالمؐ نے بروز بت شکنی جو بت حضرت ابراہیمؑ کی صورت کا تھا اس کو توڑا نہیں دفن کرا دیا (لواعج الاحزان) اس لئے زائرین حرمت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور شبِ عاشور محرم کی روشنی دیکھنے خلائق کا وہ ہجوم ہوتا ہے کہ چوک سے آسانی سے راہ گیر گذر نہیں سکتا۔ خداوند عالم بھارت کے جملہ مساجد اور مقامات متبرکہ کو کفار اور مشرکین کی شر سے محفوظ رکھے۔

ادبیات

مولوی روم

آنکہ او را یا علی از جہل ہمسر میکنی   نیست فخرش ہیچ جو فخر کفش قنبر داشتن

سنائی

آنکہ او را بر علی مرتضیٰ خوانی امیر   با سرا و میتواند کفش قنبر داشتن

شمس تبریز

شمس شدہ چاکرت گردِ رہِ قنبرت   نہ نہ کہ خاک درت شاہ سلام علیک

دیگر

آیۂ انما برت، تاج زلافتی سرت   شمس غلام قنبرت دم بہ دم علیؑ علیؑ

کاشی

السلام اے صاحب محراب و منبر السلام   السلام اے خواجہ سلمان و قنبر السلام

خواجہ بقا

قنبر من خواجہ تاشے خواجہ تاشی از ازل   زآن غلام مرتضےؑ ام زان غلام مرتضیٰؑ

حافظ شیرازی

مردے ز کنندۂ درِ خیبر پرس   اسرارِ کرم ز خواجہ قنبر پرس
گر تشنۂ رحمتے است تو اے حافظ   سر چشمہ آن ز ساقیٔ کوثر پرس

غالب

قنبر و دیں میانہ گر سر گران شود   برخیزم دستیزہ بہ قنبر بر آورم

علامہ اقبال

جانم بہ غلامیٔ تو خوستر   سر بر زدہ ام ز جیب قنبر

دیگر

نعرۂ حیدر نوائے بو ذر است   گرچہ از حلق بلال و قنبر است

لال شہباز قلندرؒ

آں علی است ساقیٔ کوثر   آں علی حاکم قضا و قدر
آں علی قاسم نعیم و سقر   قنبرش راز جانِ حیدر

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبرِ او را کمینہ یک گدا باشد

بو علی شاہ قلندرؒ

ہست علیؑ حاکمِ قدیر و قدر
قنبر شد را منم نہ جاں چاکر

خواجہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ

پیروئ احمد مرسل کنم
بندگیٔ خواجۂ قنبر کنم

شاہ نعمت اللہ ولیؒ

مسند نشین مجلسِ ملک ملائکہ
دوار زوی مرتبہ و جاہ قنبرؓ است

طوطی ہند امیر خسروؒ

اے بندہ مومن! بہ مہر خواجۂ قنبر
امام حاضر و غائب امیر المومنین حیدر

مستان شاہ مجذوب کابلی

شہباز اوج وحدت و سیمرغ قاف قدس
سلطان ہفت کشور و مولائے قنبر است

مولوی محمد جلال الدین رومیؒ

نورِ پیمبرؐ علیؑ ست، فاتح اکبر علی ست
صاحب قنبرؓ علی ست گوش کن و دم مزن

شہنشاہ اکبر مغل اعظم

ز قید خسروی ہر دو کون آزاد است
کسے کہ از دل و جان شد غلام قنبر او

محبوبؔ راجہ محمود آباد

قنبر آں چاکر با وفائے علیؑ
من فدا ایش کہ بود او فدائے علیؑ

ناصر علی سرہندی تخلص علیؔ اور وہ سید علوی تھے

گر از حسب پرسی قنبرم قنبر
دگر از نسب بگوں اولاد مرتضیٰؑ ایم

میر انیسؔ

پوچھیں گے نکیرین تو کہہ دوں گا انیسؔ
قنبر کا جو مولا ہے غلام اس کا ہوں

مرزا سلامت علی دبیرؔ

سب ثنا خوانوں سے کمتر ہے دبیرؔ
بندۂ سلمان و قنبر ہے دبیرؔ

سید خورشید حسن عرف دولہا صاحب عروجؔ

اللہ اللہ یہ غلامیٔ علیؑ کا ہے شرف
مشکلیں حل ہو گئیں جب نام قنبر لے لیا

علی نقی صفیؔ

دیر سے پہنچے درِ شاہِ نجف پر ہم فقیر
ایک عہدہ تھا غلامی کا وہ قنبر لے گئے

ولہ

غلامی ساقیٔ کوثر سلیمانوں سے بہتر ہے
وہ ظاہر میں تو قنبر ہے نصیبہ کا سکندر ہے

آغا سرورشؔ لکھنوی

اللہ رے غلامیٔ حیدر کی برتری
ہے حُسنِ یوسف کی خریدار قنبری

نادمؔ نیشاپوری

احساسِ مساوات کا پیکر دیدے
آقائی سے بے نیازی حیدر دیدے

اِس دَورِ غلامی کو مٹانے کے لیے
اس عہد کو یا رب کوئی قنبر دیدے

ناطقؔ امروہوی

کوئی سلمان نہیں ملتا کوئی بوذر نہیں ملتا
ہمیں دونوں جہان میں ثانیٔ قنبر نہیں ملتا

رفؔدا بخاری

سایۂ شبیرؑ و شبرؑ ہیں علیؑ و فاطمہؑ
قبلۂ سلمانؓ و قنبرؒ ہیں علیؑ و فاطمہؑ

آرزو لکھنوی

وہ کون خواجۂ قنبرؓ علیؑ عالی قدر — ولی خاص خدا کا، نبیؐ کا محرم راز

تاثیر نقوی

ہے جس کی مدح اُسی کی عطا ہے یہ تحریر — وگرنہ خواجہ قنبر کہاں، کہاں تاثیر

غ، ح، اسیر ایرانی

یہ قنبرؓ کا نصیبہ تھا یہ فضہؑ کی قسمت تھی
نہیں ملتی فضیلت بھی کسی کو یوں مقدر سے
غلامی حضرتِ مولا علیؑ کی عین ایماں ہے
غلامی میں مزہ کیا ہے؟ یہ پوچھے کوئی قنبرؓ سے

آمد اصغرؑ اور جناب قنبرؓ

از نتیجہ فکرہ۔ جناب واجد علی شاہ مرحوم تاجدار اودھ

رن میں ابرو کماں کی آمد ہے — اصغرِ بے زباںؑ کی آمد ہے
سب پہ ظاہر اس کے جد کا حال — صاحب گھر نے کیا جو سوال
نان دوائے شہ خجستہ خصال — بولے قنبرؓ سے آپؐ نان نکال
بھوکا ہے اب دیر نہ کر قنبرؓ — بجلد سائل کو سیر کر قنبرؓ
بولے قنبرؓ کہ نان ہے شتر پر بار — کہا دیدے شتر کی اس کو مہار
کہا شتر ہے میانِ قطار — کہا قطار دیدے بے تکرار
سنتے ہی حکم میرِ کوثر کا — ریسماں کو چھوڑ کر سر کا
پوچھا مولاؑ نے کیا سبب اس کا — کہا دل میں میں اپنے یہ سمجھا
بہر بخشش ہے جوش پر تیرا — مجھ کو دے دے تو کیا کروں مولاؑ

ایسا فیاض کا یہ پوتا ہے
جان پانی بغیر کھوتا ہے

ہدیہ بصد شکریہ:۔ جناب سید حسن حیدر صاحب زیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا صاحب العصر والزمانؑ المدد

قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں
غمِ حسینؑ کا جو اہتمام کرتے ہیں

نام کتاب

حسینؑ حسینؑ

مرتبہ و مؤلف

محمد وصی خاں

شخصیتِ امام عالیمقام پر حیرت انگیز معلوماتی تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت، ہزاروں سال کا نچوڑ اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل کیا ہوا مواد

ناشر

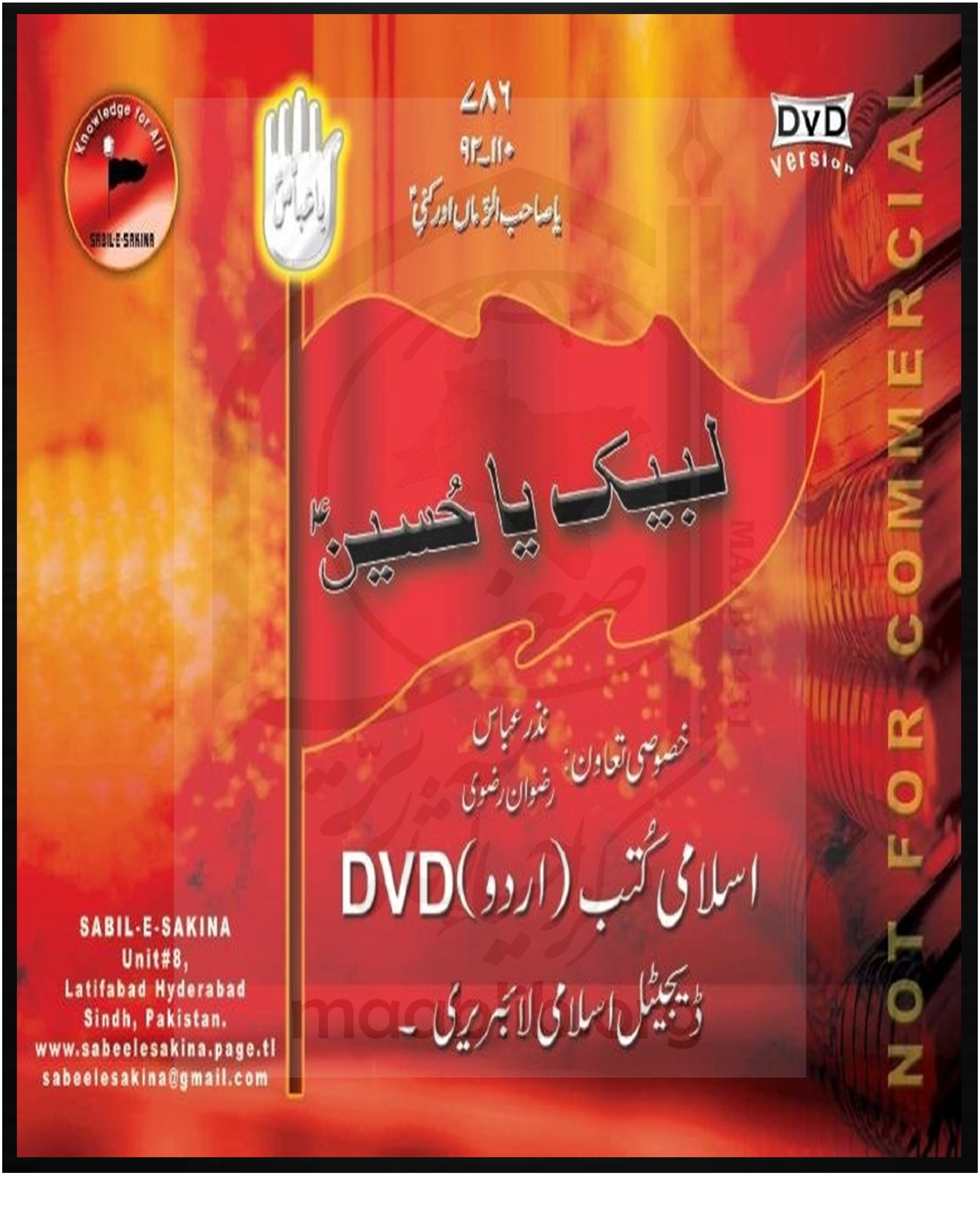
رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ

حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ
شہید حسینؑ



Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA
یا عباسؑ
۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ
DvD
Version
NOT FOR COMMERCIAL
لبیک یا حسینؑ
خصوصی تعاون:
نذر عباس
رضوان رضوی
اسلامی کُتب (اردو) DVD
ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔
SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی



بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی



کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجۃ الاسلام سید نوبہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگِ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصال ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

Presented By Shian-e-Ali Network

info@shianeali.com | www.ShianeAli.com

DOLBY DIGITAL DVD

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی ● التماس سورہ فاتحہ برائے ایصال ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)